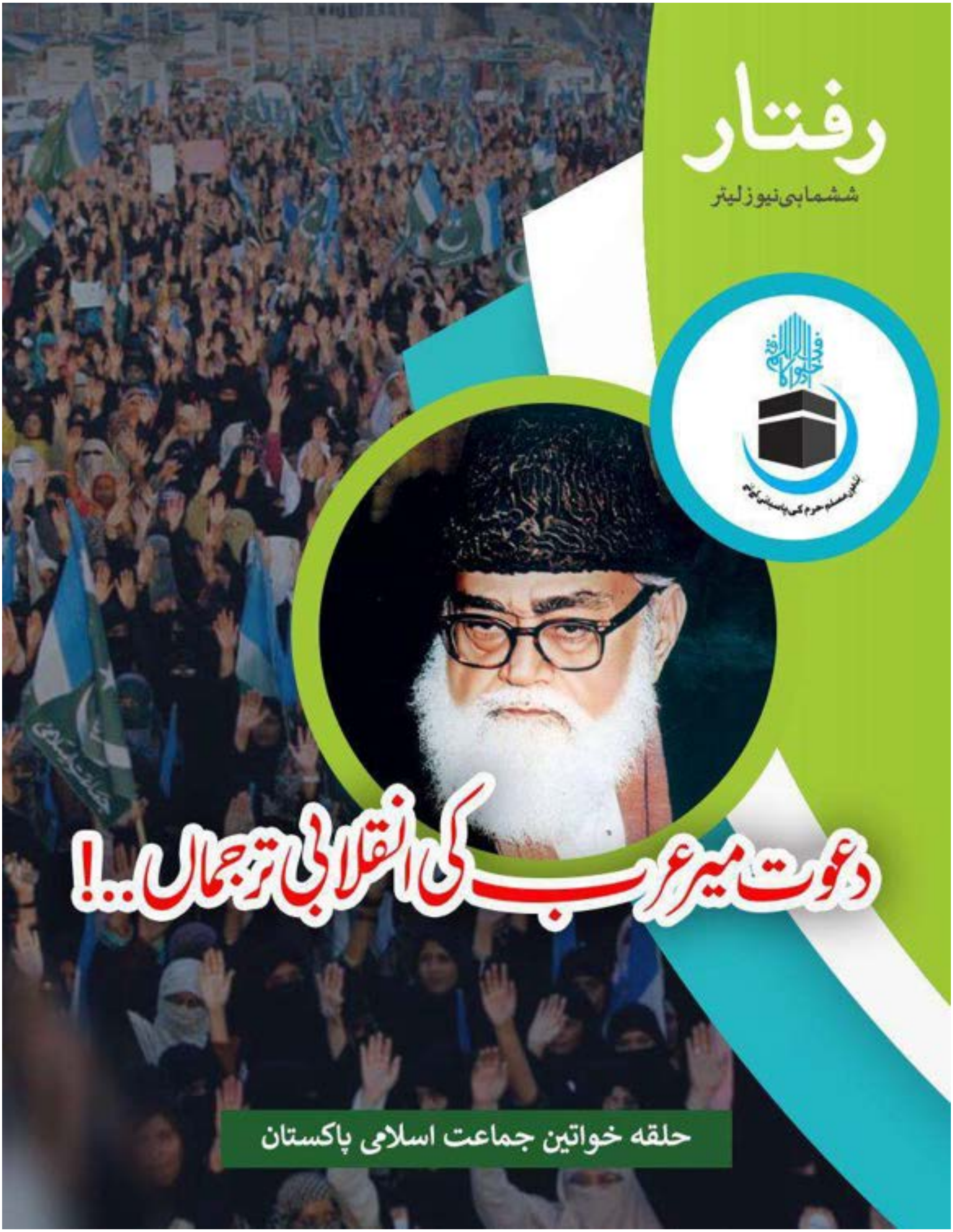
رفتار
ششماہی نیوز لیٹر
دعوت میرعرب کی انقلابی ترجماں..!
حلقه خواتین جماعت اسلامی پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا

توان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسی کی رضامندی چاہتے ہیں، اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا، کہ دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے، اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کے تابع ہو گیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔

سورۃ الکہف: 28

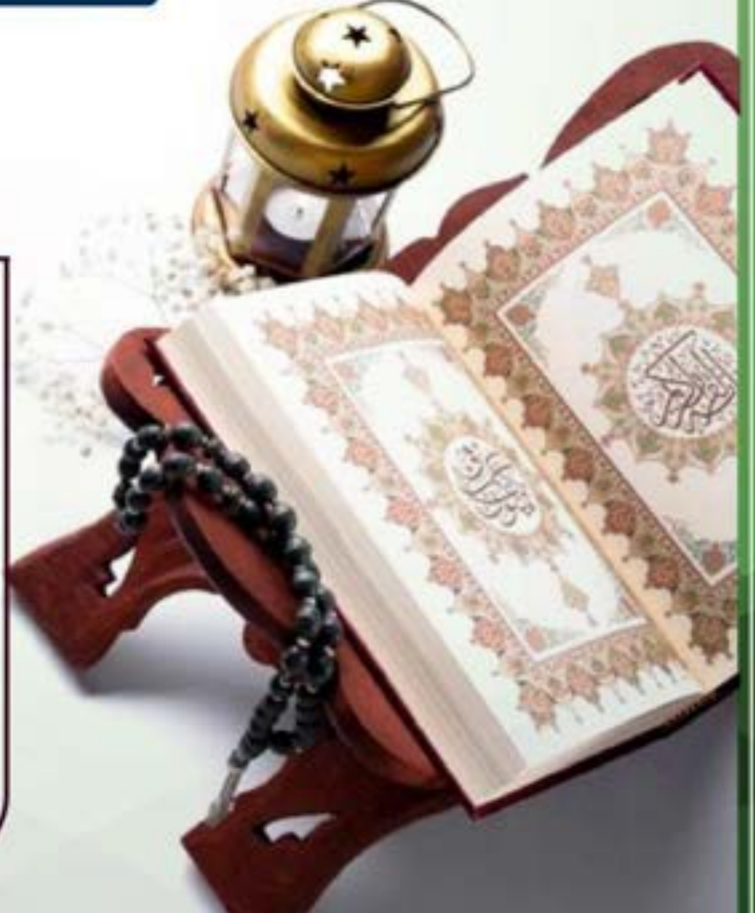

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: عليكم بالجماعة، وإياكم والفرقة، فإن الشيطان مع الواحد، وهو مع الإثنين أبعد من أراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم پر جماعت کے ساتھ منسلک رہنا واجب ہے، اور اپنے آپ کو تفرقہ بازی سے بچاؤ۔ بیشک شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے، اور وہ دو سے زیادہ دور ہوتا ہے اور جو کوئی جنت کی خوشبو پانا چاہے اسے چاہیے کہ جماعت کو لازم پکڑے۔

آپ کے نام

(رقیمہ حلقۂ خواتین جماعت اسلامی کا پیغام)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے ایمان وعمل کی بہترین حالت میں ہوں گی۔

میری عزیز بہنو!

آج ہم جس شجر سایہ دار کی چھاؤں میں اپنے ایمان کی تجدید اور رضائے رب کے حصول کے لئے اجتماعی طور پر کوشاں ہیں، وہ جماعت اسلامی ہی ہے۔ بلاشبہ جماعت اسلامی ایک علمی اور انقلابی جماعت ہی نہیں بلکہ ایک فکری اور نظریاتی تحریک بھی ہے۔ جو قیام پاکستان سے لے کر آج تک ملک میں اسلامی نظام کے لیے مصروف عمل ہے۔

پیاری بہنو! آپ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ رفتار، حلقہ خواتین جماعت اسلامی کی سرگرمیوں اور اہم مہمات کی رپورٹس اور کارکردگی پر مبنی ششماہی رسالہ ہے جو کارکنان کو جماعت کی سرگرمیوں سے آگاہی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ جذبہ اور تقویت بھی فراہم کرتا ہے۔ میں آپ سے جماعت اسلامی کے یوم تاسیس کے حوالے سے مخاطب ہوں۔ رفتار کا موجودہ شمارہ جماعت اسلامی کی جہد مسلسل اور اس کی تاریخ پر مشتمل مضامین سے عبارت ہے۔

ہم اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں کہ یہ جماعت اسلامی ہی ہے جس نے ہمارے قلب و ذہن کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ہمارے نفس کی طہارت کے لئے ہر ممکن پلیٹ فارم مہیا کیا ہے۔

عزیزان گرامی! الحمدللہ ہمیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ہمارے سینکڑوں ارکان و کارکنان قومی وصوبائی اسمبلیوں کے ممبر رہے مگر ان کا کردار کرپشن سے پاک رہا۔

آیئے اور اس ضرورت کو محسوس کیجئے کہ جماعت اسلامی کے پیغام کو گھر گھر پھیلایا جائے۔

جماعت اسلامی کے نمائندوں کے بے داغ کردار کو عامۃ الناس میں روشناس کروایا جائے، خدمت خلق کے بے لوث کاموں سے لوگوں کو آگاہی دی جائے تاکہ عوامی شعور میں اضافہ ہو اور اسلامی انقلاب کے لئے کی جانے والی جدوجہد کامیابی سے ہم کنار ہو۔

اسی مقصد کو پانے کے لئے حلقہ خواتین جماعت اسلامی پاکستان نے تنظیم سازی مہم منانے کا اعلان کیا تھا جس کے مقاصد تنظیم کے اندر زیادہ سے زیادہ افراد کو سموتے ہوئے افرادی قوت میں اضافہ کرنا ہے۔ آپ کی ہمت اور ان تھک محنت کی بدولت ہم نے اس مقصد کے لئے مردانہ نظم کے تعاون سے ایسے علاقوں میں کام کا آغاز کر دیا ہے جہاں خواتین میں کسی نہ کسی شکل میں جماعت کی دعوت پہنچی ہے اور

مردانہ نظم کا وہاں کی خواتین سے رابطہ بھی ہے مگر حلقہ خواتین کا نظم قائم نہیں ہو سکا۔
ایسے علاقوں میں کام کا آغاز مردانہ نظم کے تعاون سے کر دیا گیا ہے۔خواتین کا صوبائی یا ضلعی نظم رہنمائے تربیت اور کارکردگی میں اضافے کے لئے ان خواتین سے رابطہ رکھے گا اور ضرورت کے لحاظ سے تربیت گاہوں کا اہتمام کرے گا۔
وہ یوسی جہاں نظم قائم نہیں ان میں تمام روابط کی فہرست سازی کی جائے گی۔ حلقہ خواتین کے تمام شعبہ جات اور ادارے بھی اپنے دائرہ کار میں افرادی قوت کے اضافہ کے لئے بھرپور انداز میں منصوبہ بندی کریں گے۔
ان شاءاللہ! آپ کی بھرپور محنت اور ان اقدامات سے تنظیم سازی کے کام کو تقویت ملے گی، افرادی قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور اسلامی انقلاب کی منزل قریب تر ہو جائے گی۔ان شاءاللہ۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

آپ سب کی بہن
دردانہ صدیقی

ادوار قیمات حلقہ خواتین جماعت اسلامی پاکستان

پہلی قیمہ۔۔آپا حمیدہ بیگم۔۔1948-1973
دوسری قیمہ۔محترمہ ام زبیر۔۔1973-1981
تیسری قیمہ۔۔محترمہ نیر بانو۔۔1981-1987
چوتھی قیمہ۔۔محترمہ قمر جلیل۔۔1987-1993
پانچویں قیمہ۔۔محترمہ عائشہ منور۔۔1993-2002
چھٹی قیمہ۔۔ڈاکٹر کوثر فردوس۔۔2002-2008
ساتویں قیمہ۔۔ڈاکٹر رخسانہ جبین۔۔2008-2014
آٹھویں قیمہ۔۔محترمہ دردانہ صدیقی۔۔2014-2023

نام اراکین مرکزی شوری

نمبر شمار	نام صوبہ	نام انتخابی حلقہ	ممبر نام
1	خیبر پختونخواہ	سوات	جمیلہ احمد صاحبہ
2	خیبر پختونخواہ	پشاور	حمیرہ طیبہ صاحبہ
3	شمالی پنجاب	اسلام آباد	زبیدہ خاتون/ اصغر صاحبہ
4	شمالی پنجاب	راولپنڈی	زینب آصف صاحبہ
5	شمالی پنجاب	گجرات	بشریٰ اشرف صاحبہ
6	شمالی پنجاب	سرگودھا	ربینہ امجد صاحبہ
7	وسطی پنجاب	لاہور	زبیدہ جبین صاحبہ زرافشاں فرحین صاحبہ نازیہ توحید صاحبہ
8	وسطی پنجاب	گوجرانوالہ	فرخندہ قمر صاحبہ
9	وسطی پنجاب	فیصل آباد	بشریٰ صادق صاحبہ
10	جنوبی پنجاب	بہاولپور	سعدیہ ذیشان صاحبہ
11	جنوبی پنجاب	ملتان	فوزیہ عرفان صاحبہ
12	سندھ	کراچی غربی	نفیسہ رکن الدین صاحبہ
13	سندھ	کراچی وسطی	مسرت جنید صاحبہ
14	سندھ	کراچی گلبرک	اسماء سفیر صاحبہ
15	سندھ	کراچی شمالی	بشریٰ مقصود صاحبہ
16	سندھ	کراچی شرقی	ندیمہ تسلیم صاحبہ
17	سندھ	کراچی ایئرپورٹ	جاوداں فہیم صاحبہ
18	سندھ	کراچی قائدین	گل رخ مسعود صاحبہ
19	سندھ	کراچی جنوبی	ذکیہ اقبال صاحبہ
20	سندھ	بن قاسم ملیر	ناہید ظہیر صاحبہ
21	سندھ	اپر سندھ	عائشہ ظہیر صاحبہ
22	سندھ	اپر سندھ	شگفتہ ابراہیم صاحبہ
23	بلوچستان	صوبہ بلوچستان	یاسمین اچکزئی صاحبہ

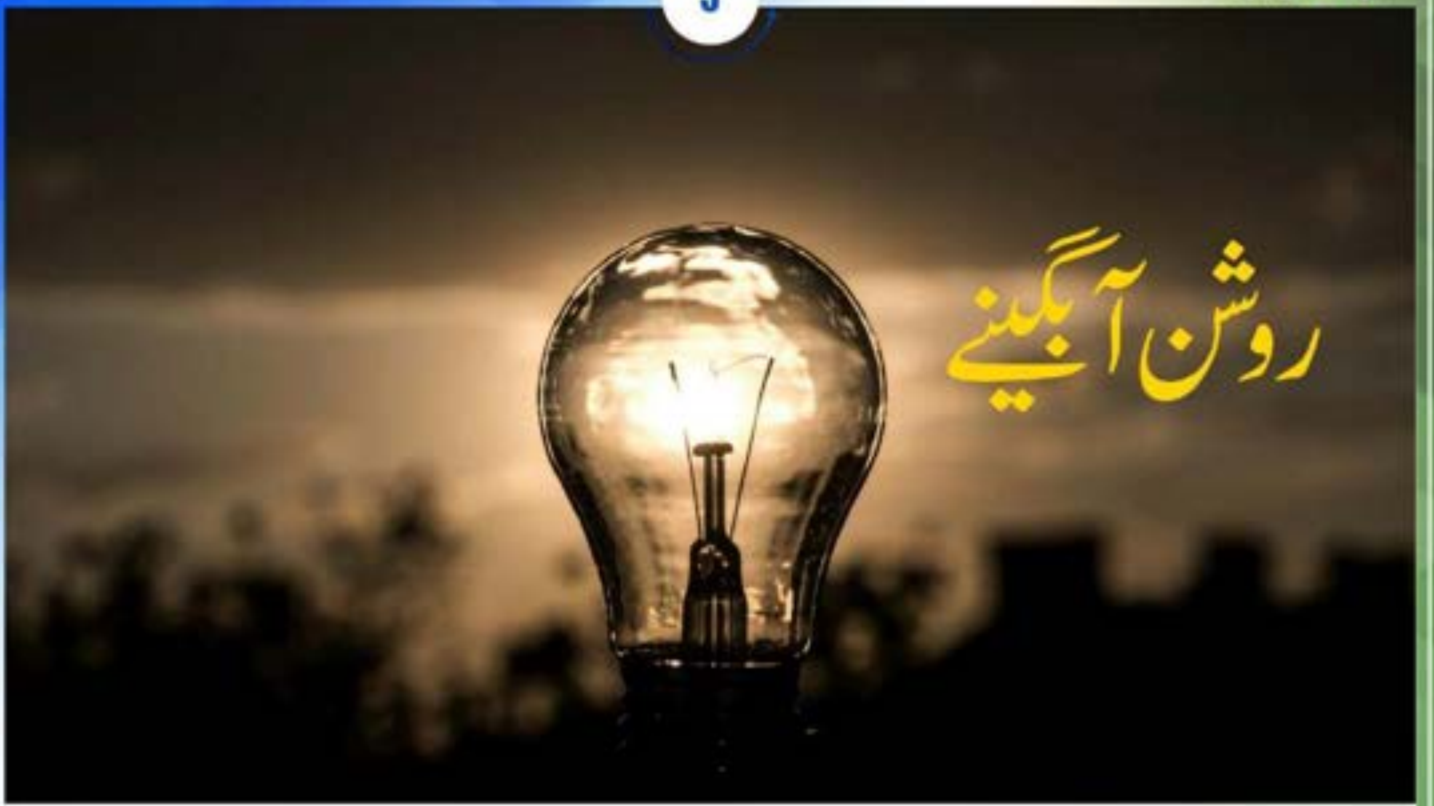

روشن آبگینے حلقہ خواتین جماعت اسلامی کی تاریخ جماعت کمیٹی کی تدوین شدہ کتاب ہے۔ یوم تاسیس جماعت اسلامی کے موقع پر ہم نے یہ چاہا کہ ان خواتین کا ذکر ہو جائے جو گمنام تو نہیں لیکن آج جب یہ خواتین ہمارے درمیان نہیں ہیں تو نئی نسل جو بہت حد تک ان سے ناواقف ہیں ان سے واقفیت حاصل کریں۔ ان خواتین کا تذکرہ یوں بھی اہم ہے کہ آج دین کا کام کرنے والیاں یہ سبق حاصل کریں کہ جذبہ کو جنوں کیسے بنایا جاتا ہے؟ رکاوٹوں کے درمیان راستہ کیسے تلاش کیا جاتا ہے؟ نصب العین کو مقصد بنا کر اوقات کی تقسیم کس طور کی جاتی ہے اور عزیمت کی راہ پر کیسے چلا جاتا ہے۔۔؟ ان خواتین کے احوال سے ایک کارکن کو یہ رہنمائی دینا مقصود ہے کہ وہ کس طرح اپنی ذات ،گھر اور خاندان کے دائرے میں تزکیہ و تربیت، اصلاح معاشرہ اور اقامت دین کی جدوجہد میں اجتماعیت کے ساتھ جڑ کر اپنے جذبہ دین کی تکمیل کر سکتا ہے۔

محترمہ مسعودہ بیگم

1928 تا 2012

مسعودہ بیگم کے والد کا نام عبدالقادر خان اور والدہ کا خورشید بیگم تھا جو آپس میں رشتہ دار تھے۔ آپ کا گھرانہ ایک متمول اور دینی و علمی ماحول رکھنے والا گھرانہ تھا۔ والد صاحب مطالعے کے شوقین اور ایک وسیع لائبریری کے مالک تھے جس میں اس وقت کے ادبی، سیاسی اور اصلاحی رسائل بھی آیا کرتے تھے۔ جید علما سے آپ کا رابطہ رہتا تھا، والدہ کو بھی تعلیم کا بہت شوق تھا۔ لیکن خاندان میں چونکہ لڑکیوں کے پڑھانے

کا رواج نہیں تھا۔ اس لیے گھر ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھا تھا وہ اردو و فارسی کتب کا مطالعہ کر لیتی تھیں۔ اس ماحول میں 1928ء میں مسعودہ بیگم نے آنکھ کھولی، ابتدائی تعلیم گھر کے قریب واقع پرائمری اسکول سے شروع ہوئی۔ آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ ابتداء ہی سے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ حرم گیٹ ہائی اسکول سے میٹرک کرنے کے بعد ملتان ڈگری کالج میں داخلہ لیا اور ہر جگہ نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ 1947ء میں ایف۔اے کیا جو اس وقت بہت کم لوگ کیا کرتے تھے۔ فارسی، عربی، انگلش اور ریاضی پسندیدہ مضامین تھے۔ ایف۔اے کرنے کے کچھ عرصہ بعد ملتان میں طالبات کے لیے گورنمنٹ کالج کا آغاز ہوا تو وہاں بطور لیکچرار تعینات ہوئیں۔ جہاں آپ انگلش، فارسی اور ریاضی کی تعلیم دیتی تھیں۔ کالج کی تعلیم کے دوران رسالہ ترجمان القرآن دیکھا جس میں مئی 1947ء کو دارالسلام میں منعقد ہونے والے اجتماع عام کا اشتہار چھپا تھا۔ انہوں نے اپنے والدین کو اس سے مطلع کیا۔ والدین نے بھی اس میں دلچسپی لی۔ یہ وہ دور تھا جب تحریک پاکستان زور و شور سے جاری تھی۔ خاندان کے بڑوں نے مخالفت کی کہ تین جوان بیٹیوں اور بیوی کو لے کر اس وقت نہ جاؤ لیکن تمام مخالفتوں کے باوجود یہ قافلہ دارالسلام پہنچ گیا۔ وہاں ان کی ملاقات جماعت اسلامی کی سرکردہ خواتین سے ہوئی جن میں آپا حمیدہ بیگم بھی شامل تھیں۔ ان کے پورے گھرانے نے دل و جان سے اس کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے کا عزم کیا۔ وہاں سے واپسی پر والدین جماعت کے نظم سے جڑ گئے اور انہوں نے طالبات میں دین کی دعوت کا آغاز کیا۔ جماعت اسلامی کے تحت ہونے والے تمام اجتماعات عام میں شرکت کی اور تعلیم کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد باقاعدہ اس سے منسلک ہو کر نظم کی ہدایت کے تحت کام کرنے لگیں۔۔ 1950ء میں رکنیت منظور ہوئی۔ 1951ء میں شادی انجام پائی اور زندگی کے نئے مرحلے میں داخل ہو گئیں۔ اپنے شوہر خواجہ عبدالاحد سے محبت مثالی تھی۔ اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ ان کی پسند و ناپسند کا خیال اور ان کے آرام میں کبھی اپنے طور پر کمی نہ چھوڑی۔ دونوں ایک دوسرے کے دمساز تھے۔ بہت ادب و احترام اور محبت سے ان کا تذکرہ کرتیں۔ شوہر بھی تہجد گزار اور بااصول آدمی تھے۔ اللہ نے پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ تینوں بیٹیاں اور دو بیٹے رکن جماعت ہیں۔ چار بہوئیں رکن جماعت ہیں۔ نواسے، نواسیاں، پوتے، پوتیاں جمعیت طلبہ و طالبات سے وابستہ ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دی۔ بچوں کو ساتھ لے کر ہر اجتماع میں گئیں۔ تحریک کا سارا کام بچوں کے ساتھ کیا۔ تمام اسلامی آداب سکھائے اور خود اس کا عملی نمونہ فراہم کیا۔ ان کے اندر علم کا شوق ابھارا۔ اپنے بچوں کے ساتھ ان کی اولادوں کی بھی بہترین تربیت کی کوششیں کیں۔ جس ماں کو اپنے کسی بچے پر قابو پانا مشکل لگتا، اسے ان کے پاس بھیج دیتیں۔ ان کے نواسے اسامہ خاکوانی بتاتے ہیں کہ اپنی اولادوں کی تمام بچوں سمیت دعوت کرتیں تو ہمارے شور مچانے اور شرارتیں کرنے پر غصہ نہ کرتیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے ہمارے لیے کھانے تیار کرتیں اور ہمیں کچھ نہ کچھ سکھانے کی فکر میں رہتیں۔ بچے بڑے ہوئے تو ان کے رشتے طے کرتے ہوئے دینی تعلیمات کی روشنی میں تمام امور سرانجام دیے۔ تمام بہوؤں کو خود بغیر جہیز کے لائیں۔ خود ہی ان کا فرنیچر، بستر، کپڑے اور دیگر چیزوں کی تیاری کی۔ ماؤں سے بڑھ کر ان کی پذیرائی کی۔ بہوؤں کے کسی کام میں

مداخلت نہیں کی بلکہ گھر اور بیٹوں کو ان کے حوالے کر دیا۔ اور کسی بھی فضول رسم سے اجتناب کرتے ہوئے پردہ کے مکمل اہتمام کے ساتھ شادیاں سرانجام پائیں۔ بڑی بہو بشریٰ تسنیم گواہی دیتی ہیں کہ "وہ دنیا کی بہترین ساس تھیں۔ ساس بہو سے بڑھ کر ہمارے درمیان اللہ کے لیے محبت کا رشتہ تھا اس کی بدولت ہمارے مابین بہت زیادہ دوستی تھی۔ ان کا ہر اس فرد سے قدردانی کا رشتہ تھا، جو قرآن اور تحریک سے والہانہ وابستگی رکھتا ہو۔۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ کا نام لیتے ہی آواز بھرا جاتی۔ ان کا توکل علی اللہ، سادگی اور دنیا سے بے نیازی ایسی تھی کہ حیرت ہوتی تھی۔ ہر وقت ایک بیگ میں دو جوڑے کپڑے، چند کتابیں اور چند اور ضروری چیزیں ڈالے تحریکی سفر کے لیے تیار رہتیں۔ ملتان اور نواحی شہروں اور قصبات میں انہوں نے انتہائی جانفشانی سے دین کے کام کو پھیلایا۔ یہ ان کے لگائے ہوئے تحریکی بیج ہیں جو اب پھل پھول بن کر ان کے لیے صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔"

بہو مجیدہ زبیر کہتی ہیں کہ "آپ بہت حلیم الطبع، ملنسار، محبت اور قدر کرنے والی تھیں۔ انہوں نے مجھے بھی جماعت اسلامی سے جوڑنے کی کامیاب کوشش کی اس کے لے میری ذمہ داریوں کو بھی اپنے ذمہ لے لیا کرتیں۔ جب مجھے کسی پروگرام میں جانا ہوتا تو کہتیں کہ آج کھانا میں بنالوں گی۔ تم اجتماع میں چلی جاؤ۔ یہ رویہ بہت تقویت دیتا تھا اور اس سے میری جماعت میں دلچسپی اور لگاؤ میں اضافہ ہوا۔"

شادی کے بعد مسعودہ بیگم کے تحریکی عزائم کو مہمیز ملی۔ دعوتی کام میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ دن کا زیادہ حصہ دعوتی ملاقاتوں، رسائل کی تقسیم اور کتب پڑھ کر سنانے میں صرف کرتیں۔ منصوبہ بندی کے ساتھ ملاقاتیں کرتیں تعلیم سے خصوصی شغف کے باعث ملتان شہر کے تعلیمی اداروں میں کام کو خصوصی ترجیح میں رکھا۔ اعلیٰ تعلیمی معیار کی وجہ سے ملاقات اور بات چیت کرنی آپ کے لیے مشکل نہ تھی، اس لیے کام کا آغاز ہی موثر طبقے اور تعلیمی اداروں سے کیا۔ گورنمنٹ گرلز اسکولز اور محکمہ تعلیم کے دفاتر میں کام کے ساتھ ساتھ مدارس میں کام کا بھی آغاز کیا۔ مدارس کی نگران خواتین سے دوستیاں کیں۔ انہیں اپنے دروس میں شرکت کی دعوت دی اور خود وہاں جا کر درس دیے اور یہ سلسلہ تا حیات جاری رکھا1950ء کے عشرے تک دعوتی کام پورے ملتان شہر میں پھیل چکا تھا۔ اپنے ساتھ کام کرنے والی بہنوں کو تربیت دے کر رکنیت کے معیار تک پہنچایا۔ 1960ء کے عشرے میں کام کو منظم کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔ حمیدہ بیگم صاحبہ نے جو اس وقت حلقہ خواتین کی قیمہ تھیں ان کو ملتان شہر کی ناظمہ مقرر کیا۔ وہ خطوط کے ذریعے آپ سے رابطہ رکھ کر کاموں سے آگہی لیتیں اور آگے کی رہنمائی دیتیں۔ 1974ء میں ام زبیر صاحبہ قیمہ بننے کے بعد ملتان کے دورے پر آئیں۔ ہر سطح کے اجتماعات میں شرکت کی۔ موثر خواتین کے ساتھ ان کی نشست رکھی گئی اور کام کے دائرے کو آگے بڑھانے کی تدابیر سوچی گئیں۔ اسی عرصے میں ملتان کے ریڈیو اسٹیشن سے بھی روابط ہوا اور مسعودہ بیگم نے وہاں جا کر تقاریر ریکارڈ کروائیں جنہیں ریڈیو ملتان سے خواتین کے پروگرامز میں نشر کیا گیا۔ جنوبی پنجاب اس وقت تین ڈویژن ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان پر مشتمل تھا۔ تینوں ڈویژن کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو انہوں نے تینوں ڈویژن کے بڑے بڑے شہروں کو ہدف بنایا۔ ان شہروں کے مرد کارکنان کے باعث خواتین جماعت کی دعوت سے آشنا تھیں۔ انہیں خود کام

سکھانے اور منظم کرنے کی ضرورت تھی۔ پلان کے ساتھ یہاں کے ہفتہ وار پندرہ روزہ اور ماہانہ دورے کیا کرتیں۔ کارکنان کی تربیت نشستیں منعقد کرتیں۔ نصاب کا مطالعہ کروایا جاتا۔ ڈویژن کے بڑے بڑے شہروں میں تربیت گاہیں رکھ کر دیگر چھوٹے شہروں کی کارکنان کو وہاں بلایا جاتا۔ بالائی نظم سے رابطے کئے جاتے، خواتین سے متعارف کروایا جاتا۔ بالائی نظم سے آنے والی خواتین کے قیام وطعام کا انتظام خود اپنے گھر میں کرتیں اور اپنی مصروفیت کے باوجود مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتیں۔ بہت عرصے تک تمام تر بیت گاہیں بھی آپ کے گھر پر ہوتی رہیں. 1951ء میں رکنیت کی منظوری کے بعد سے 1988ء تک ملتان وجنوبی پنجاب کی نظامت کے فرائض سرانجام دیے۔ مرکزی، صوبائی وضلعی شوریٰ کی رکن رہیں۔ ہر جگہ قائدانہ اوصاف سامنے آئے۔ طالبات کے ساتھ محبت وشفقت کا خصوصی معاملہ تھا۔ اسلامی جمعیت طالبات کا قیام ملتان ہی میں عمل میں آیا۔ طالبات کے اس اجتماع کا انتظام بخوبی سنبھالا۔ اس کے بعد ہونے والے اجتماعات میں بھی بخوشی انتظامی ذمہ داریاں سنبھالتی تھیں اور پروگرامز بھی کراتی تھیں۔ زندگی میں کپڑے، زیور اور دیگر لوازمات سے لگاؤ نہ تھا۔ ان کی زندگی میں کتابوں اور رسائل وجرائد کی اہمیت ان سب سے بڑھ کر تھی۔ مطالعہ کتب نے ان کی روح کے لیے غذا کا کام دیا تھا۔ ادب سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ نثر ونظم دونوں سے یکساں دلچسپی تھی۔ خود حصول علم کے ساتھ دوسروں تک اس کی منتقلی کے لیے بھی کوشاں رہتیں۔ اپنے گھر میں کام کرنے والی ماسیوں اور ان کے بچوں تک کو سپارہ اور اسکول کی تعلیم دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ شاہدہ اکرام صاحبہ بتاتی ہیں کہ "میں ان کے گھر جاتی تو دیکھتی وہ بچوں کا اسکول لگائے بیٹھی ہیں اور بہت محنت سے ان کو کتابیں پڑھا رہی ہیں". ان کی بڑی خواہش تھی کہ ملتان میں لڑکیوں کا ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیے جہاں جس میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دی جا؟ تا کہ انہیں باشعور شہری اور مسلمان بنایا جاسکے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لیے اپنے والدین کی جانب سے جائیداد میں ملنے والے حصے کو وقف کردیا۔ اس مقصد کے لیے بیرون ملک مقیم اپنے عزیز واقارب کو بھی شامل کیا اور 1991ء میں پندرہ لاکھ روپے سے عائشہ پبلک اسکول اور جامعۃ البنات عائشہ کی پرشکوہ عمارت کی تعمیر وتشکیل عمل میں لائی گئی۔ بعد میں ضرورت پڑنے پر اپنا زیور بھی اس مقصد پر خرچ کردیا۔ اپنے داماد انجینئر شوکت محمود خان کو اس کے نقشہ اور تعمیر کی ذمہ داری سونپی اور اپنی بیٹی میمونہ کو اس ادارہ کے چلانے کا ذمہ دار بنایا۔ ان کے خلوص کی برکت سے جلد ہی یہ ملتان کا ایک مثالی ادارہ بن گیا۔

ان کی تحریکی سرگرمیوں میں لٹریچر کی تقسیم کو ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے بے شمار دورے کرتی تھیں اور ہر وقت لٹریچر اپنے پاس رکھتی تھیں۔ دوسرے شہروں میں جاتے وقت اپنے مخصوص بیگ سے چھوٹے چھوٹے پمفلٹ یا اخباری تراشوں کی فوٹو اسٹیٹ نکالتیں اور ٹرین یا بس میں موجود آس پاس بیٹھے مرد وخواتین کے ہاتھوں میں پکڑا دیتیں. ملاقات کرتے ہوئے سامنے والی خاتون کی نفسیات کے مطابق اسے کتاب دیتیں اور بعد میں اس پر ڈسکشن بھی کرتیں۔ بھانجی ذکیہ فاطمہ بتاتی ہیں کہ "آخر وقت تک انہوں نے کتب کی فہرست مجھے بھجوائی ہے کہ یہ کتب مجھے منگوادو، مجھے تحفے میں دینی ہیں۔ رحماء بینھم کی جیتی جاگتی تصور تھیں۔ تحریکی بہنوں سے ملنا

گویاان کی عید ہوتی تھی۔تحریکی بہنوں کے ساتھ ان کی دلچسپی کے امور پر گفتگو کرتیں۔گھریلو صورتحال سے واقفیت رکھتیں۔کسی کا کوئی مسئلہ ہوتا تو اس کے گھر جا کر بھی سلجھانے کی کوشش کرتیں۔ان کے لیے خلوص دل سے دعائیں کرتیں۔تعلق باللہ کی مضبوطی کے لیے عبادت میں ریاضت کو شعار بنائے رکھتی تھیں۔انتہائی کمزوری، بیماری اور بڑھاپے میں بھی نہ صرف رمضان المبارک کے تمام روزے رکھتیں بلکہ نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتیں۔ہر رمضان میں لازماً اعتکاف میں بیٹھتیں۔ ہر چیز کے بارے میں احساس امانت بہت زیادہ تھا۔تحریک کی امانتوں کی حفاظت کا بہت اہتمام فرماتیں۔چھوٹے سے چھوٹے کاغذ کے پرزے کو بھی سنبھال کر رکھتیں خصوصاً سرکلرز کی بہت زیادہ حفاظت کرتیں انھیں فوٹو اسٹیٹ کرا کے آگے تقسیم کرتیں۔ناظمہ رہ کر بھی ایک کارکن کی طرح کام کرتیں۔اپنے لیے کسی امتیاز کو پسند نہ کرتیں بلکہ ان کی کوشش ہوتی کہ پیچھے رہ کر ہی کام کرتی رہیں اور اکثر فارسی کا یہ مصرعہ کہتیں کہ 'من دانم کہ من آنم' (میں جانتی ہوں کہ میں کیسی ہوں) ۔اپنے لیے انتہائی کسر نفسی سے کام لینے والی مسعود بیگم دوسروں کی تعریفیں اور حوصلہ افزائی کرنے میں بہت آگے رہیں کسی کے اندر کوئی چھوٹی سی بھی خوبی دیکھتیں تو اسے بہت سراہتیں۔اپنے ہاتھوں کام دوسروں کے سپرد کر کے خوش ہوتیں۔انھوں نے اپنی زندگی میں تینوں ڈویژن میں کام کے بیج ڈالے۔پھوٹنے والی کونپلوں کو مستقل محنت سے تناور درختوں میں تبدیل کیا اور پھر مزید آبیاری کے لیے متبادل ہاتھوں میں کام منتقل کر کے روحانی طور پر مطمئن ہوئیں۔

محترمہ احمدیہ بیگم

1929 تا 2012

احمدیہ بیگم اپنے پانچ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔وہ مردان کے قریب ایک گاؤں شہادت پور کی رہائشی تھیں۔برابر میں ہی ان کے چچا کا گھر تھا جہاں ایک رات ڈاکو آئے تو چچی نے مدد کے لیے آوازیں دیں۔ان کے والد مدد کے لیے بھائی کے گھر گئے تو ڈاکو نے گولی مار کر انھیں شہید کر دیا۔چھوٹی سی عمر میں یتیمی کے سانحہ سے گزرنا پڑا۔ایسے میں بڑے بھائی فضل معبود صاحب نے جو اس وقت نویں جماعت میں زیر تعلیم تھے،خاندان کی کفالت و تربیت کی ذمہ داری سنبھالی۔احمدیہ بیگم کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔انھیں بھی اسکول میں داخل کرا دیا گیا لیکن ابھی چوتھی کلاس ہی پاس کی تھی کہ خاندان کے دباؤ کے پیش نظر انھیں اسکول سے اٹھا لیا گیا لیکن فضل معبود صاحب نے جہاں ایک طرف اپنی پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھا وہیں بہن کو بھی گھر میں پڑھاتے رہے۔تعلیم کے بعد فضل معبود صاحب جہاں ملازمت اختیار کرتے،چھوٹی بہن کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔اسی دوران انھیں مولانا مودودی رح کی کتب پڑھنے کا موقع ملا۔سعید روح نے سعید دعوت کو فوراً ہی قبول کر لیا اور جب وہ جماعت اسلامی کے الہ آباد میں ہونے والے تاسیسی اجتماع میں شرکت کے لیے گئے تو احمدیہ بیگم کو بھی ساتھ لے گئے-اور یوں وہ بھی جماعت اسلامی کے ''سابقون الاولون' کا حصہ بن گئیں۔

دونوں بہن بھائیوں نے واپس آ کر اپنے علاقے میں دعوت دین کو پھیلانے کا کام شروع کر دیا۔ ابتدا میں احمد یہ بیگم خود درس نہ دے پاتی تھیں۔ گھر میں درس رکھا جاتا تو بھائی فضل معبود صاحب پردے کے پیچھے سے درس دیتے۔ جماعت کے قریبی ساتھیوں کے گھروں کی خواتین ان دروس میں شرکت کرتیں۔ محلے کی خواتین کو بھی دعوت دی جاتی۔ ہر ہفتہ اس سلسلے کو تسلسل سے جاری رکھا گیا اور بعد میں ان دروس کا دائرہ دیگر مقامات تک وسیع ہو گیا۔ فضل معبود صاحب نے اپنی ہمشیرہ احمد یہ صاحبہ کو بھی درس دینا سکھایا اور خود انھیں لے کر درس کے مقام تک جاتے تھے۔

1951ء میں ان کی شادی ایک ایسے روایتی گھرانے میں ہوئی جہاں خواتین کا گھر سے نکلنا، اخبار پڑھنا، خطوط بھیجنا غیرت وعزت کیخلاف سمجھا جاتا تھا۔ اگر چہ شوہر ان کے کاموں کو پسند فرماتے تھے اور اس میں معاون تھے لیکن مضبوط خاندانی نظام کے دباؤ کے آگے وہ بھی مجبور تھے۔ ان حالات میں احمد یہ بیگم صاحبہ کی رہنمائی مولانا مودودی رح کے ان الفاظ نے کی کہ "آپ پانی کی مانند بنیے جس کی راہ میں کتنی ہی چٹانیں کھڑی کر دی جائیں وہ اپنا رستہ بنا ہی لیتا ہے۔" آپ نے گھریلو نظام میں کسی تنازع کی بنیاد رکھنے کے بجائے آئندہ کی نسل میں سے مجاہد و مجاہدات نکالنے کی منصوبہ بندی کی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی خدمت اور اخلاق سے خاندان والوں سے قربت اختیار کی۔ شادی کے بعد دس سال تک اولاد نہیں تھی تو احمد یہ بیگم نے مثالی صبر کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالی نے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا تو اپنے داعیانہ جذبات اپنی اولاد میں منتقل کرنے شروع کر دیے۔ بچوں کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پہ توجہ رکھتیں۔ اپنے ساتھ بٹا کر کھانا کھلاتیں اور دن بھر کی تفصیل پوچھتیں اور یاد کرائی ہوئی سورتیں سنتیں۔ ساتھ کھیلنے والے دوستوں اور لائبریری سے پڑھنے کے لیے لائی گئی کتابوں پر نظر بھی رکھتیں۔ بچوں کو آہستہ آہستہ تحریکی لٹریچر پڑھایا۔ لڑکیوں کو جمعیت طالبات میں بھیجا۔ بچی خود درس دینے کے قابل ہوئی تو گھر میں خاندان کی بچیوں کو بلا کر درس کرواتیں۔ بچی کے درس کو غور سے سنتیں اور بعد میں بہتری کے لیے مزید مشورے دیتیں۔

آپ کی بیٹی وقار النساء بتاتی ہیں کہ امی ہمیشہ ہمیں وقت ضائع کرنے سے منع کرتی تھیں اور خود بھی اس پر عمل کرتی تھیں۔ وہ ہمیں بھی اسی بات کی تاکید کرتی تھیں کہ جس کام میں زیادہ اور ابدی فائدہ ہو اس میں دل لگایا کرو تا کہ اللہ بھی راضی ہو سکے۔ میرے جمعیت میں جانے پر بہت حوصلہ افزائی کرتی تھیں۔ میری جمعیت کی رکنیت، پشاور یونیورسٹی اور مردان کی نظامت اور پھر صوبائی شوریٰ کی رکنیت تک ہر مقام پر مجھے ہر ممکن مدد فراہم کرتیں۔ جب مختلف کاموں کے دوران حالات کی سختی یا ماحول کے دباؤ کے سبب کچھ گھبراہٹ کا شکار ہوتی تو بہت حوصلہ دلاتیں اور یہی کہتیں کہ اللہ عقیدہ مضبوط رکھو وہی ہر کام کروائے گا۔ بیٹیوں کے ساتھ ساتھ بہو سے بھی بہت محبت کی۔ کبھی اس کے بارے میں کوئی ایک بھی ناگوار لفظ نہ کہا۔ ان کی بہو بیان کرتی ہیں کہ ان کے جانے کے بعد مجھے پتا چلا کہ بچے پالنا کتنا مشکل کام ہے۔ وہ ہمیشہ بچوں کو اپنے ساتھ کھیل میں اور کتابوں میں مشغول رکھتی تھیں۔ اب میں اور خواتین کو بھی یہی بتاتی ہوں کہ گھر میں بہو لائیں تو شروع دنوں میں اسے بہت محبت دیں کہ ابتدائی دور میں گھر والوں کے رویے لڑکی کو ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔ اپنی کوتاہیاں اور امی کا شفیق برتاؤ یاد آتا

ہے تو دل سے ان کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ خاندان کے ہر فرد کو وہ دل سے چاہتی تھیں۔ وہ شہر میں مقیم تھیں اور خاندان کے بیشتر افراد دیہات میں تھے۔ جو بھی بیمار ہوتا یا کسی اور ضرورت کا سامنا کرنا پڑتا وہ مع خاندان کے گھر آ کر مقیم ہو جاتا۔ احمد یہ بیگم گھر کے تمام کاموں کے ساتھ ساتھ ان مریضوں کی خدمت اور ان کے تیمارداروں کی دلجوئی اپنا فرض اولین سمجھتی تھیں۔ کبھی اپنے اکیلے پن یا تھکاوٹ کا عذر آڑے نہیں آنے دیا۔ اگر کبھی بچے کسی قسم کا اظہار کرتے تو کہتیں "مجھے بتاؤ یہ آخر اور کہاں جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے لیے سبب بنایا ہے، دل تنگ مت کیا کرو۔" پورا سسرالی خاندان اپنے مسائل کے حل کے لیے ان کے پاس آتا اور وہ آپس کے تنازعات کو خوش گمانی کی ترغیب دے کر حل کرواتیں۔ ان کے حسن سلوک سے ان کے پڑوسی بھی فیض یاب ہوتے۔ کسی کے گھر میں شادی ہوتی تو آپ دلہن اور گھر میں آنے والے مہمانوں کے لیے روز ناشتہ بھجواتیں اور درمیانی اوقات میں چائے بھجوانے کا اہتمام کرتیں۔ پڑوسی خواتین سے نہ صرف ان کی بلکہ ان کے والدین اور میکے تک کی خیریت دریافت کرتیں اور پیش آنے والے مسائل کا سادہ حل قرآن وحدیث کی روشنی میں بتاتیں۔ وقار النساء بتاتی ہیں کہ الیکشن کے دنوں میں والدہ میرے کاموں میں بہت زیادہ معاونت کرتیں۔ ووٹ ڈالنے ضرور جاتیں اور جس حد تک حالات اجازت دیتے لوگوں کو اس کی اہمیت بتا کر ووٹ ڈالنے کی ترغیب دیتیں۔ عمر کے آخری دور میں جب صحت کی خرابی کے باعث گھر سے نکلنا دشوار ہو گیا تھا تب بھی اصرار کے ساتھ ووٹ ڈالنے کے لیے گئیں۔ پولنگ بوتھ مکان کی اوپری منزل پہ تھا تو ان کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے پریزائڈنگ آفیسر نے نیچے آ کر امی کے ووٹ ڈالنے کا انتظام کیا۔ میرے بھائی جو ڈاکٹر ہیں اور پشاور میں جاب کرتے ہیں انھیں بہ اصرار مردان آ کر ووٹ ڈالنے کا کہتیں۔ ساری زندگی خدمت میں گزار دی۔ روشنی کی مانند زندگی بسر کرنے والی یہ شفیق و مہربان خاتون آج دنیا میں نہیں لیکن ان کی اولادیں اپنے اپنے مقام پر ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں اور صوبے میں دعوت حق کے جو ابتدائی بیج آپ اپنی محنت سے بو گئیں، آج ان کی شاندار فصل لہرا رہی ہے۔ اللہ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین!

کرم النساء (امی جی)

1896 تا 1991

اللہ تعالیٰ کو دنیا میں جن ہستیوں سے بڑا کام لینا ہوتا ہے، وہ ابتدائی عمر میں انہیں مشاہدات اور تجربات کی بھٹی میں تپاتا ہے تاکہ وہ کندن بن کر زمانے میں اپنی کرنیں بکھیر سکیں۔ کچھ ایسا ہی معاملہ ہمیں امی جی کی ابتدائی زندگی میں نظر آتا ہے۔ چار سال کی عمر میں یتیم ہو جانے والی بچی کو سوتیلے بھائی نے اپنی کفالت میں لیا تو معاش کے چکروں کے باعث مختلف گھروں میں رہنے بسنے کا تجربہ ہوا جس نے انہیں بہت کچھ سیکھنے اور سکھانے کے مواقع فراہم کیے۔

کرم النساء 1894ء میں ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئیں۔ مغل خاندان سے تعلق نے طبیعت میں نزاکت کا وصف پیدا کیا۔ تو شجرہ نسب کی

حضرت عمر فاروق رضہ سے نسبت نے شخصیت میں پختگی اور رعب پیدا کیا۔ اللہ تعالی نے پڑھنے اور پڑھانے کا شوق ابتدا سے ہی عطا کر دیا۔ چار سال کی عمر میں پھوپھی سے بغدادی قاعدہ پڑھنا شروع کیا اور ایک ہفتے میں ہی پڑھ لیا۔ ایک ماہ میں تیسویں پارے کا ربع حصہ پڑھ لیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب والد دنیا سے رخصت ہوئے اور بھائی کے ساتھ امرتسر آ گئیں۔ بغدادی قاعدے کی مدد سے اردو سیکھ لی اور اتنی سیکھ لی کہ "بنات النعش اور'مراۃ العروس'' جیسی کتب بھی پڑھ ڈالیں۔ گھر کے اوپر موجو مشن اسکول میں جاتا شروع کیا اور پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنا بھی سیکھ لیا۔ درمیان میں کچھ حصہ لاہور رہ کر دوبارہ امرتسر آنا ہوا۔ ان کی آپا بیمار تھیں جنہیں علاج کے لیے مشن ہسپتال لے جاتے تھے۔ وہاں وہ یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں کہ عیسائی خواتین انتظار گاہ میں بیٹھے لوگوں کو بائبل سناتی تھیں۔ ان کے دماغ میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ جب یہ اتنے جذبہ سے اپنے مذہب کی تعلیم عام کر رہی ہیں تو ہم مسلمان قرآن کا پیغام کیوں نہیں پھیلا رہے؟ محلے کی ساری عورتیں پانی بھرنے اور کپڑے وغیرہ دھونے کے لیے ان کے گھر آتی تھیں اور انہیں پڑھتے لکھتے دیکھتی تھیں۔ ایک عورت نے یہ دیکھ کہ اپنی بیٹی کو پڑھانے کے لیے کہا۔ ان کے حامی بھرتے ہی باقی خواتین نے بھی اپنی بیٹیاں ان کے سپرد کر دیں اور یوں پچاس ساٹھ طالبات جمع ہو گئیں۔ پھر ایک باقاعدہ اسکول بھی بنا لیا گیا اور اسے اسکول کمیٹی سے منظور بھی کرا لیا گیا۔ امی جی کا نام بطور ہیڈ مسٹریس حکومت کے کاغذات میں داخل ہو گیا۔ امتحان کے موقع پر اہلکار آتے لڑکیوں کا امتحان لیتے اور قابلیت سے مطمئن ہو کر مٹھائی اور پانچ دس روپے انہیں انعام دے کر چلے جاتے۔ لڑکیوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ سلائی کٹائی اور کڑھائی بھی سکھاتیں قرآن سے لگاؤ، دین سے محبت اور تعلیم دینے کا شوق انہیں جماعت اسلامی سے قریب لے آیا۔ 1919ء میں جب بھائی کے ساتھ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر تھیں تو اسلامیہ گرلز ہائی اسکول میں ان کی ملاقات آپا حمیدہ بیگم سے ہوئی جو ابھی دوسری جماعت کی طالبہ تھیں۔ دونوں کے درمیان انسیت اور محبت کے جذبات نے جنم لیا جو بالآخر اجتماعیت سے جڑنے کا سبب بنا۔۔ امی جی کام سارا جماعت کی دعوت کے مطابق کرتی تھیں لیکن باقاعدہ شامل نہ ہوئی تھیں۔ اجتماع عام کے بعد آپا حمیدہ بیگم نے ان سے باقاعدہ خط و کتابت شروع کر کے انھیں جماعت میں شامل ہونے پر راضی کر لیا یہاں تک کہ 1965ء میں آپ نے رکنیت کا حلف بھی اٹھا لیا۔

بائیس سال کی عمر میں ان شادی اپنے خالہ زاد بھائی بیرسٹر عبدالغنی سے ہو گئی جو ایک نامور وکیل تھے۔ قیام پاکستان کے وقت وہ ایک سال لاہور رہنے کے بعد پھر کراچی منتقل ہو گئیں۔ 1965ء میں فیڈرل بی ایریا میں ایک مکان خرید کر اسے مدرسہ کی حیثیت دے دی۔ تین کمروں اور ایک صحن رکھنے والے اس مکان میں اپنے استعمال کے لیے ایک چھوٹا کمرہ اپنے پاس رکھ کر باقی تمام جگہ مدرسہ کے لیے وقف کر دی۔ ۱۹۶۲ء میں آپا حمیدہ بیگم کو خط لکھ کر کہا کہ اس درسگاہ کو باضابطہ مدرسہ کی شکل دے دی جائے تا کہ میرے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہ سکے۔ اس پر آپا حمیدہ بیگم نے خوشی کا اظہار کیا اور امی جی کی مدد کے لیے چند اور خواتین استانیوں کو رکھ دیا گیا۔

شادی کے بعد اپنے ذاتی رجحان کے خلاف ماحول کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ کی ہمت، استقامت اور عزم بلند نے اس منزل کو بھی آسان

کر دیا۔ آپ کے شوہر کو اگر چہ آپ سے دلی لگاؤ تھا۔ لیکن وہ پکے کمیونسٹ تھے۔ کشیدگی سے بچنے کے لیے دونوں نے طے کرلیا کہ دونوں اپنے اپنے راستے پر چلتے رہیں اور ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں۔ امی جی کسی عالم دین سے قرآن پاک کا علم حاصل کرنا چاہتی تھیں لیکن اجازت نہ ہونے کے سبب انھوں نے قرآن پاک کے تمام دستیاب نسخے گھر پر منگوائے اور روزانہ تمام نسخوں سے مطالعہ کرتیں اور ترجمہ و تفسیر کا علم حاصل کرتیں۔ تین سال کی جدوجہد کے بعد پورے قرآن پاک کو ترجمے سے سیکھ لیا۔ شوہر جو بڑے کامیاب وکیل تھے، کسی غلط فہمی کی بنا پر کچھ لوگوں نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا۔ گردن تقریباً ساری کٹ گئی بس شہ رگ کٹنے سے بچ گئی، اس وجہ سے ان کی آواز ختم ہوگئی۔ اس موقع پر امی جی نے ان کی بڑی خدمت کی۔ ان کی نوکرانی، جمعدارنی اور نرس سب کے فرائض خود انجام دیے، ان کی بے لوث اور انتھک خدمت دیکھ کر ان کے شوہر بھی نرم پڑ گئے اور پھر ان کے معاملات سے تعرض نہیں کیا، اللہ نے ان کے شوہر کو اپنا معجزہ اس طرح دکھایا کہ ان کی آواز کی رگ کٹ چکی تھی لیکن جب کسی کے کہنے سے انہوں نے قرآن پڑھنا سیکھا اور ڈیڑھ سال تک پڑھتے رہے تو اس کی برکت سے مردہ رگوں میں جان پڑ گئی اور اتنی آواز نکلنے لگی کہ قریب جا کر سنو تو بات کسی حد تک سمجھ میں آجاتی تھی۔

امی جی نے ہر غم کو قرآن کی تعلیم کے ذریعہ دور کیا۔ ان کی ذات ذاتی غموں سے بالاتر ہو کر لوگوں کے لیے عزم و ہمت کی ایک مثال بن گئی۔ اللہ تعالی نے اپنے اس وعدے کے مطابق کہ تم میری مدد کرو، میں تمہاری مدد کروں گا، لوگوں کے دلوں کو ان کے لیے کھول دیا۔ ان کا محلہ 'امی جی' کے نام سے پہچانا جانے لگا۔ دور دور سے خواتین یہاں قرآن سیکھنے آنے لگیں۔ اپنی ہر شاگرد کو نصیحت کرتیں کہ تمھیں کم از کم پانچ افراد تک قرآن کی روشنی کو ضرور پھیلانا ہے۔ سیکڑوں بچوں اور خواتین نے ان سے قرآن کی تعلیم کو حاصل کی۔

امی جی گھر میں ہر جمعہ کو خواتین کا اور پیر کو لڑکیوں کا درس رکھواتیں، ہفتہ کو چھوٹے بچوں کے لیے نوری محفل منعقد کی جاتی۔ درس کی دعوتیں دینے کے لیے خود بھی دور دور تک جاتیں۔ جمعہ کا دن بیماروں کی عیادت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ کسی کا محلہ میں انتقال ہوجاتا تو ضرور جاتیں اور نہلانے اور کفنانے میں تعاون کرتیں۔

امی جی کا یہی مکان سالہا سال حلقہ خواتین کا مرکز بھی بنا رہا۔ ایک کمرے میں فائلوں کی الماری رکھ کر اسے دفتر کا نام دے دیا گیا۔ یہیں ناظمہ اور ان کی ٹیم جمع ہوتی، یہیں منصوبے بنتے اور نیچے اتارے جاتے، یہیں رپورٹس تیار کی جاتیں۔ بعض مرتبہ صبح سے شام ہوجاتی تو بازار سے دہی اور روٹی منگائی جاتی الماری میں موجود شکر دان سے چینی دہی میں ملائی جاتی اور طعام سے لطف اندوز ہوا جاتا۔ امی جی بھی مہمانداری کرتیں۔ خود انہوں نے بہت سادہ طرز زندگی اختیار کیا ہوا تھا۔ اپنی ضروریات زندگی بے حد محدود کر لی تھیں۔ کہتی تھیں "راستے میں زیادہ سامان مسافر کے لیے پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔"

قرآن پڑھانے اور سمجھانے کے ساتھ ساتھ ہر آن خود کو اس کے پیمانے پر ناپتیں اور اسی کے معیار کے مطابق زندگی کا ہر رنگ اختیار کرنے کی پوری کوشش کرتی تھیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود ستر اور پردے کے حکم پر عمل میں انتہائی شدت سے کام لیتیں۔ جب گھر سے

باہر نکلتیں تو منہ ڈھک کر اوپر سے دونوں نقاب گرالیتیں۔ جارجٹ کے دوپٹے میں اندر ململ کا استر لگا کر پہنتیں۔ آپ ہر سال اعتکاف میں بیٹھا کرتیں رمضان کی طاق راتوں میں شب بیداری اور اعتکاف کے لیے آپ کا گھر سب کے لیے کھلا رہتا۔ لڑکیوں کو یہ کہہ رکھا تھا'' جو چا ہے بناؤ اور کھاؤ''۔ آنے والی طالبات ان کے گھر کو اپنے گھر کی طرح ہی حق سمجھ کر استعمال کرتیں۔ آپ کو لکھنے کا بھی شوق تھا۔ ایک زمانے میں ''تہذیب نسواں'' اور خواتین کے دیگر رسائل میں مضامین بھیجا کرتیں۔ اللہ کے ناموں کی تشریح پر مشتمل ایک مختصر کتاب بھی تحریر کر کے شائع کروائی۔ دعوتی لحاظ سے امی جی کا تجربہ وسیع تھا۔ اپنے اوقات اور دنوں کی کاموں کے لحاظ سے تقسیم کر رکھی تھی اس پر پابندی سے عمل کرتیں تھیں۔ خواتین سے اس بات پر شاکی رہتی تھیں کہ دینی کاموں کے لیے عذرات پیش کر دیتی ہیں اور دنیاوی کاموں کے لیے وقت نکال لیتی ہیں اور یہ کہ ٹھوس مطالعہ نہیں کرتیں جبکہ مطالعہ ہی سے علم بڑھتا ہے اور علم سے ہی عمل بہتر ہوتا ہے۔ اس بات پر پورا یقین رکھتیں کہ عورت کے ذریعے قوم بگڑ بھی سکتی ہے اور بن بھی سکتی ہے۔

تقریباً ایک صدی تک زمانہ کو قرآن کے نور سے منور کرنے والی یہ روشن ہستی 12 نومبر 1991 کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ جس کے لیے وہ عرصہ دراز سے تیاری کر رہی تھیں اور ساتھ ساتھ ہر ملنے والی خاتون کو یہ نصیحت بھی کرتی جاتی تھیں کہ'' دین کی راہ میں لگی رہنا''۔ اپنی بہو سے اس بات کا وعدہ لیا کہ ان کے بعد یہ مدرسہ دنیا کو فیض پہنچاتا رہے گا اور قرآن کی خوشبو یہاں مہکتی رہے گی۔ آج بھی یہ مدرسہ بفضل تعالی قائم ودائم ہے۔ بچے اور بچیاں آتے ہیں۔ قرآن کا سبق لیتے ہیں اور ان کے لیے صدقہ جاریہ کا سبب بنتے ہیں۔ کتنی خوش نصیب تھیں امی جی جنہوں نے روحانی اولاد کے طور پر ہزاروں بچوں کو دین کا علم سکھایا اور اس میں نہ دن دیکھا نہ رات۔ ایسے ہی بندوں کو اللہ رب العالمین نے قابل رشک ٹھہرایا ہے۔

محترمہ کلثوم عبیدی صاحبہ

1939 تا 2007

گہرے سمندر کی مانند زندگی گزارنے والی کلثوم عبیدی نے دسمبر 1939 میں بریلی ہندوستان میں آنکھ کھولی۔ محض ڈیڑھ سال کی عمر میں ماں کی جدائی کا صدمہ سہنا پڑا۔ والد نے دوسری شادی کی تو بچی کو کسی نفسیاتی صدمے سے محفوظ رکھنے اور بہترین تربیت کی خاطر اپنے دیرینہ دوست اور جماعت اسلامی کے ابتدائی رہنما عبدالغفار حسن صاحب کے پاس سیالکوٹ بھیج دیا۔ یہاں اسلامی ماحول میں دینی اور دنیاوی تعلیم حاصل کرتے ہوئے ایک مثالی دوشیزہ کی حیثیت سے شعور کو پہنچیں۔ صبر اور قناعت کے اسباق کی داستان یہیں سے حفظ کی۔ بڑی ہوئیں تو والد کے پاس سکھر آ گئیں جہاں ان کا گھرانہ قیام پاکستان کے بعد مقیم ہو چکا تھا۔ والد کے پاس بیوہ پھپھو اپنے بیٹے کے ساتھ مقیم تھیں۔ بیٹے نے ماموں کے زیر سایہ تعلیم ومعاش کے مراحل طے کئے اور والد نے 14 سال کی عمر میں اپنے اسی بھتیجے عبدالقیوم سے ان

کی شادی کردی۔ان کے والد حکیم عبیداللہ عبیدی صاحب جماعت اسلامی کے ابتدائی ارکان میں سے تھے اور سکھر کے امیر ضلع بھی رہ چکے تھے،لیکن برادری جماعت اسلامی سے فکری مخالفت رکھتی تھی۔

کلثوم عبیدی نے جماعت کے لٹریچر کو پڑھا اور جذب کیا وہ اسی طرح راہ کی راہ رو تھیں،لیکن ابھی شوہر کی راہ دوسری تھی۔انہوں نے خاموشی سے اپنے کام کا آغاز کیا۔فکری اختلاف کو موضوع بحث بنانے کے بجائے خدمت کے ہتھیار کو آزمایا۔ہر سسرالی گھر پہنچیں،ہر ایک کے دکھ سکھ میں شریک ہوئیں سب سے دوستی کی اور اس طرح کی کہ ہر ایک اپنا سب سے قریبی ہمدرد سمجھتا تھا اور فکری لحاظ سے جماعت کا شدید مخالف ہونے کے باوجود ان کے سامنے مخالفت نہیں کر پاتا تھا۔اپنے گھر اجتماع کا آغاز کیا۔سب کو بلایا،پڑوسی،رشتہ دار بھی اس میں شریک ہونے لگے۔1970ء میں ایسے حالات تھے کہ الیکشن میں کلثوم عبیدی کام جماعت اسلامی کا کر رہی تھیں لیکن گھر کے اوپر جھنڈا جمیعت علمائے پاکستان کا لگا ہوا تھا شوہر اس کیمپ میں تھے اور ان کا حکم تھا کہ ووٹ JUP کو ڈالنا ہے,سو انہوں نے کسی کو ووٹ نہیں ڈالا آہستہ آہستہ شوہر کو بھی اسی راہ پر لانے کی جدوجہد میں لگی رہیں یہاں تک کہ جب سات سال بعد 1977ء کے الیکشن کا وقت آیا تو شوہر بھی جماعت اسلامی کے کارکن کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔خدمت،حکمت،محبت اور استقامت شوہر کو بھی اس راہ پر لے آئی تھی یہ تعاون حاصل ہوا تو کام کا جذبہ جو ابھی پڑوس،محلے اور برادری تک مقید تھا،اب وسعت پا کر سندھ کے دیگر علاقوں تک دراز ہو گیا۔1978ء میں رکنیت اختیار کی تو سب سے پہلے خود اپنے گھر کو اسلامی رنگ دیا۔وقت اور توجہ بچانے کے لیے وسائل ہونے کے باوجود سادگی اختیار کی۔صفائی کا خاص خیال رکھتیں تاکہ آنے والی پر دعوت کا اچھا اثر پڑے۔مخلوط معاشرت اور تقریبات کا خاتمہ کیا۔پانچ بیٹیوں اور دو بیٹوں کی پرورش وتربیت کے لئے دعا اور عمل کا سہارا لیا۔بچوں کی شادی میں بھی برادری،منصب اور دولت کے بجائے دین داری کو معیار بنایا،شادی میں غیر شرعی رسم ورواج سے ہٹ کر سادگی اور پابندی وقت کو محفوظ رکھا،بیٹیاں جمعیت میں شامل ہوئیں تو بہت خوش ہوئیں،ان کے کاموں میں بہت تعاون کرتیں،تربیت گاہوں اور دوروں میں ان کے ساتھ جاتیں اس طرح دیگر بچیوں کو بھی ساتھ جانے کی اجازت مل جاتی۔

خاندان کے افراد کے ساتھ رویہ مثالی تھا۔چار بہنیں اور ایک بھائی دوسری والدہ سے تھے لیکن کچھ انہوں نے اپنی اولاد سے کبھی اس کا تذکرہ نہیں کیا بچوں کا کہنا ہے کہ "امی نے ہمیں کبھی یہ بتایا ہی نہیں کہ یہ حقیقی خالائیں اور ماموں نہیں بعد میں کسی اور ذریعے سے پتہ چلا تو ہمیں یقین ہی نہیں آیا۔والدہ کی آنکھوں میں تکلیف ہوئی اسپتال لے کر گئیں ڈاکٹر نے داخل کر لیا تو خود ان کے پاس رہیں اور کسی دوسرے کو رکنے سے منع کیا ان کی خدمت کرتی رہیں کہتی تھیں کہ "مجھے بڑا سکون ملا کہ ان کی خدمت کر کے حسن سلوک کا یہ معاملہ گھر والوں سے بڑھ کر خاندان اور دیگر بندگان خدا تک وسیع تھا۔کبھی بیٹیوں اور بہوؤں میں فرق نہیں کیا۔خوشی وغمی میں ضرور جاتی تھیں۔تحائف دیتیں،درس قرآن کی دعوت دیتیں۔کوئی جماعت کی طرف مائل نہ بھی ہوتا تو تعلق ختم نہیں کیا بلکہ اور بڑھانے کی کوشش کی

کہتیں" .. ہم تو اللہ کے لئے کر رہے ہیں یہ تو اللہ کا حکم ہے کہ جو تم سے کٹے تم اس سے جڑو۔"

تحریکی زندگی کی نمایاں خوبی سمع واطاعت تھی۔ نظم کی جانب سے جو بھی کام دیا گیا اس کی ادائیگی کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں استعمال کر دیتیں۔ کبھی کسی پالیسی پر تبصرہ وتنقید نہیں کی۔ گھر، بچے، بیماری، موسم کی شدت کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی تھی۔ درس کے لئے بہت تیاری کرتی تھیں۔ حساب کتاب کے معاملے میں بے حد متفکر رہتیں ایک روپے کا پان بھی منگوایا ہوتو وہ بھی درج کرتیں، جب حساب بنا کر آگے دیتیں تو اپنی طرف سے مزید پیسے ملا دیتیں کہ کوئی کمی نہ رہ گئی ہو۔ سکھر اور اردگرد کے بے شمار گاؤں، گوٹھوں میں دین کی دعوت پہنچائی۔ جب سکھر ڈویژن کی نظامت کے بعد نائب ناظمہ صوبہ سندھ کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی تو شکارپور، خیرپور، نوابشاہ، رتوڈیرو، جنڈوڈیرو، کندھ کوٹ، جیکب آباد، لاڑکانہ، شہداد پور اور نوشہرو فیروز تک آپ کی دعوتی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہوگیا۔

کارنر میٹنگ سے لے کر پولنگ ایجنٹس کی میٹنگز اور ووٹرز کو کنوینس کرنے سے لے کر کام کرنے والوں کی مہمان نوازی ہر فریضہ کلثوم کے سپرد ہے۔ حکمرانی کے زعم کا شکار جیالے ہاتھ میں بلیٹ لے کر پولنگ بوتھ میں گھس جاتے ہیں اور اپنی کاروائی کر کے فرار ہو جاتے ہیں۔ کسی کے ہاتھ زخمی ہوئے تو کسی کا برقع پھٹا اور کسی کے ٹانگوں پر زخم آئے، ہر ایک کی زبان پر باجی کی پکار ہے، باجی سب کو تسلی دے رہی ہیں۔ قرآن وحدیث سے عزیمت واستقامت کا درس دے رہی ہیں، خوفزدہ خواتین کو گھر لے جا کر انکی میزبانی کی جارہی ہے۔ انتخابات میں بے مثال دھاندلی کے بعد جماعت اسلامی "پاکستان قومی اتحاد" کے پلیٹ فارم سے احتجاجی تحریک چلانے میں مصروف ہوگئی. الیکشن میں کلثوم باجی کے گھر کو آفس بنائی جانے کا عمل حکومت کو سخت کھٹک رہا تھا، ہر وقت خطرے کا ڈر تھا۔ کلثوم باجی اور بچیاں برقع پہن کر سوتی تھیں کہ نہ جانے کس وقت گھر سے نکلنا پڑ جائے۔ شوہر رات بھر دیواروں کو پانی سے بھگوتے رہتے کہ کوئی آگ لگانا چاہے تو نہ لگ سکے۔

زندگی کے آخری کچھ سال سخت آزمائش میں گزرے۔ بچوں کی بہتر تعلیم اور معاش کے لئے 1997ء میں کراچی منتقل ہونا پڑا۔ گھر چھوڑا، شہر چھوڑا، مالی، ذہنی صحت، اولاد ہر طرح کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا مگر نہ مزاج میں فرق آیا نہ اللہ کے دین سے لگاؤ میں کمی آئی۔ ان کے صبر، اخلاص واخلاق کا وہی حال رہا۔ اگست 2007ء میں انتقال کرنے والی اس بندی نے اپنی نرمی اور برداشت کے باعث بہت سے دنیاوی نقصانات بھی اٹھائے۔ دنیا کے نقصانات یہیں رہ گئے اور وہ ان کا دوگنا چوگنا نفع حاصل کرنے اپنے رب کے پاس پہنچ گئیں ان کے انتقال پر برادری والے پکار اٹھے کہ " آج ہماری برادری کی سب سے نیک عورت چلی گئی۔"

سیدہ میمونہ رضوی صاحبہ

1940 تا 2006

سیدہ میمونہ رضوی 1940ء میں یو پی انڈیا کے گاؤں میر پور میں پیدا ہوئیں۔ یہ وہ دور تھا جب عورتوں کو پڑھانے کا رواج بہت ہی کم پایا جاتا تھا لیکن انہیں علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہونے کے باعث لاڈلی بھی تھیں، آپ کے شوق کو دیکھتے ہوئے والد محسن علی رضوی نے خاندان سے مخفی رکھ کر تعلیم دلوائی۔ بتاتی ہیں کہ گھر اور اسکول کی چھتیں آپس میں ملی ہوئی تھیں تو آپ اپنے گھر کی چھت کے ذریعے اسکول چلی جاتی تھیں، اس طرح ششم جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ ہندی رسم الخط میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اردو لکھ پڑھ سکتی تھیں۔ چھوٹی عمر میں ہی قرآن پاک پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ اپنے شوق سے احادیث یاد کر کے بھی لکھا کرتیں تھیں۔ 1955ء میں ان کی شادی سید یونس علی رضوی صاحب سے ہوئی جو جماعت اسلامی کے کارکن تھے اس کے بعد آپ پاکستان آ گئیں اور کوئٹہ میں مقیم ہوئیں۔ شوہر صاحب کی وساطت سے محترم مولانا مودودیؒ کا لٹریچر پڑھا تو اس سے بے حد متاثر ہوئیں اور شوہر سے جماعت اسلامی میں شمولیت کی اجازت چاہنے کے بعد باقاعدہ تحریک کا حصہ بن گئی یہاں تک کہ آپ نے حلف رکنیت اٹھالیا۔ ان کی تحریک میں شمولیت کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا جب جماعت اسلامی میں شامل بیشتر خواتین راہ بدل کر دوسری جماعت میں شامل ہوگئیں۔ یہاں تک کہ بلوچستان کا خواتین نظم بھی اپنے مقام پر ثابت قدم نہ رہا۔ شکوک وشبہات کی ہر طرف پھیلی ہوئی دھند میں جو لوگ اس وقت بھی چٹان کی مانند اپنی جگہ جمے رہے اور پر جوش انداز میں دین کی دعوت میں مصروف رہے وہ بڑے قابل قدر ہیں اور آپ ان میں شامل تھیں۔ سیدہ میمونہ رضوی صاحبہ کا پورا گھرانہ اپنا وقت، مال اور محبتیں لئے ہر گام پر جماعت اسلامی کے پرچم کو تھامے رہا۔ ایسے ہی دنوں میں حلقہ خواتین نے کوئٹہ میں بچیوں کے لیے جامعۃ المحصنات کے قیام کی منصوبہ بندی کی، میمونہ صاحبہ اس حوالے سے بھی بہت سرگرم رہیں۔

اپنی بہو کو اپنے سے آگے دیکھنے کی خواہشمند تھیں، ہمیشہ اس کے لیے اچھے جذبات کا اظہار کیا اور ہر ایک کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا کہ "اللہ کرے میری رخسانہ بھی رکن بن جائے ." اسی طرح جب ان کی بیٹی سعودی عرب سے تشریف لاتیں توانہیں لے کر ہر اجتماع جاتیں اور انہیں جماعت کے کاموں میں شریک کرنے کی پوری کوشش کرتیں۔ آج آپ کی بیٹی اور بہو امیدوار رکنیت اور شوہر اور بیٹے رکن جماعت ہیں۔ جامعہ المحصنات کی سابقہ پرنسپل ثمینہ عرفان کہتی ہیں کہ "میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ 1997ء میں جب جامعہ کی ذمہ داری دی گئی تو میں نے جامعہ کے مسائل حل کرنے میں ہمیشہ میمونہ خالہ جان کو پیش پیش دیکھا۔ جامعہ سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتی تھیں یہاں تک کہ انتقال کے وقت اپنی اولاد کو اپنی جانب سے مالی معاونت کی وصیت کر کے گئیں جسے ان کی اولاد نے پورا کیا۔"

سابقہ ناظمہ صوبہ بلوچستان عذرا نذیر صاحبہ بتاتی ہیں کہ "میمونہ بہن کو رب کائنات نے جتنی صلاحیتیں دی تھیں وہ ان کا بھرپور فائدہ تحریک کو دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھیں۔ ان کا اپنا وجود دیکھنے میں تو کمزور لیکن جذبوں کی حرارت اور خلوص کی فراوانی سے مضبوط تھا۔ وہ ان کارکنان میں سے تھیں جو آگے بڑھ کر تحریک کا کام کرنے اور سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

وہ باہمی تعلقات اور اور میل ملاپ میں محبت و اخوت کی مثال تھیں۔ کوئٹہ جیسے علاقے میں جہاں کام کرنا آسان نہیں تھا، مختلف طبقوں اور زبان کے افراد کے ساتھ ربط بڑھانا اور ان افراد کو تحریک کے لیے سرمایہ بنانا انہیں بہت اچھا لگتا تھا۔ ایک ایسے وقت میں جب جماعت کا کام کرنے والے افراد انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے، وسائل نہ ہونے کے برابر تھے، ہر طرح کی مشکلات اور مسائل کا سامنا تھا ایسے میں میمونہ خالہ نے اپنی بیش بہا قربانیوں سے پیچھے آنے والیوں کے لیے اس راستہ کو ہموار کیا۔ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی اس راہ میں لگانے کی کوششیں کیں۔ بہترین ماں اور بہترین ساس بن کر دکھایا۔

راہ حق پر چلتے چلتے 10 ستمبر 2006ء کو خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئیں۔ آج بھی ان کی یادیں بلوچستان کی کارکن بہنوں کے دلوں میں موجود ہیں۔ بلوچستان کی یہ عظیم بہن اپنے کردار کی روشنی سے اپنے ماحول کو جگمگا کر چلی گئیں اور اپنی جگہ پر کھڑے ہونے کے لئے سپاہی تیار کر گئیں۔ اللہ ان کی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور وادی بلوچستان کو حق کی مہک سے گلستان کر دے۔ آمین!

محترمہ روشن نسرین صاحبہ

1932 تا 1981

روشن آپا کے نام سے معروف روشن نسرین کا اصل نام جو ان کی والدہ نے رکھا سردار جہاں تھا۔ لکھنؤ شہر سے تعلق تھا۔ 1938ء کے بعد کا زمانہ تھا انہیں ان کے والد نے بڑے شوق سے اسکول میں داخل کروایا یہ وہ زمانہ تھا جب اسکول میں بھی گھروں کی طرح کے لباس یعنی "غراروں کا یونیفارم" ہوا کرتا تھا، ڈولی میں اسکول جایا کرتیں جسے کہار اٹھایا کرتے، یوں وہ اپنے زمانے کی ایک تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ ان کی شادی اشفاق حسین صاحب سے ہوئی جو جماعت اسلامی کے طرز فکر کو پسند کرتے تھے، سید ابوالاعلی مودودی سے بھی متاثر تھے اور اکثر تعطیل کے دن یتیم خانے کے بچوں کو کھانا کھلاتے اور ان کے ساتھ کھاتے اور ایک ایک پیسہ ہر بچے کو جیب خرچ بھی دیتے۔ چونکہ وہ خود بہت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گئے تھے اس لیے یتیموں سے دلی لگاؤ رکھتے تھے۔ اسی جذبہ خدمت نے انہیں جماعت اسلامی کی فکری و عملی سرگرمیوں سے جوڑ دیا۔ قیام پاکستان کے دو سال بعد وہ کراچی آ گئے جماعت اسلامی کے باقاعدہ کارکن بنے اور پھر رکن۔ ساتھ ہی اپنی اہلیہ روشن نسرین کو بھی تحریک سے متعارف کروایا۔ ایک فیشن ایبل، تعلیم یافتہ خاتون جنھوں نے اپنا نام بھی سردار جہاں سے بدل کر روشن رکھ لیا تھا، اپنے حسن و جمال، کپڑوں کی تراش خراش اور رکھ رکھاؤ میں خاندان بھر کی لڑکیوں میں ایک مثال تھیں، جماعت

اسلامی کی دعوت سے روشناس ہوئیں تو دلچسپیوں، سرگرمیوں اور سوچوں کا مرکز دعوت دین قرار پایا ان کا اوڑھنا بچھونا جماعت اسلامی کی دعوت حق کو پھیلانا بن گیا۔ یہاں تک کہ کراچی جماعت اسلامی حلقہ خواتین کا باقاعدہ آغاز و قیام آپ جیسی خواتین ہی کے ذریعے انجام پایا۔ علاقہ وسطی کراچی میں جماعت اسلامی کی ابتدائی رکن محترمہ مومنہ صاحبہ نے بتایا کہ "1964ء میں ہم لوگ کراچی آئے یہاں آکر مجھے جماعت اسلامی کی تلاش ہوئی میرے بڑے بھائی محمد خالد جماعت اسلامی کی تاسیسی ارکان میں سے تھے اور ان کی وابستگی کی وجہ سے جماعت اسلامی کا دوسرا اجتماع عام الہ آباد میں ہمارے گھر پر ہوا تھا اسی بنا پر بھی حلقہ خواتین سے منسلک ہونے کی خواہش مند تھی، جب کسی سے روشن آپا کا پتہ معلوم ہوا تو ان تک اپنی کراچی آمد کی اطلاع اور ملنے کی طلب پہنچائی تو وہ مجھ سے ملاقات کے لیے خود میرے گھر آئیں اور مشورہ دیا کہ آپ یہاں لیاقت آباد میں درس قرآن رکھ لیں۔ انہوں نے اپنے گھر آنے کی دعوت بھی دی جہاں ایک کمرہ انہوں نے اجتماعات کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ روشن آپا کے شوہر محترم نے انہیں کام کرنے کا پورا طریقہ کار سکھایا پھر انہوں نے اپنے ابتدائی دس گیارہ ارکان جن میں بلقیس صوفی، بیگم مصطفی سرور، بیگم نعمت اللہ کلیم، قمر جلیل اور چند اور خواتین شامل تھیں انہیں اجتماع کا رکنان کرنا، اس کا ایجنڈا بنانا، رپورٹ تیار کرنا اور درس قرآن دینا سکھایا۔ جب ہم درس دینے سے گھبراتے تھے تو کہتی تھیں کہ لوگوں کو نہ دیکھو، قرآن سے سمجھو، قرآن کیا کہہ رہا ہے یہ لوگوں کو بتاؤ۔ ان کے مزاج میں بے حد نرمی تھی اس لئے ان کی بات دل میں اتر جاتی تھی."

روشن آپا کی چھوٹی بیٹی غزالہ عزیز صاحبہ نے بتایا کہ "امی نے تحریکی سفر کے لیے زاد راہ کے طور پر سب سے پہلے قرآن کا لفظی ترجمہ پڑھا اس کے لیے آپ عزیز آباد سے لیاقت آباد بس پر جاتیں، وہاں نور جہاں آپا سے قرآن پڑھتیں۔ جب اچھی طرح قرآن کی دعوت دل میں اتر گئی تو پھر دائیں دیکھا نہ بائیں، اس دعوت کو آگے بڑھانے میں لگ گئیں۔ خاندان میں غیر اسلامی رسوم و رواج اور بدعات کا رواج عام تھا امی اپنا نقطہ نظر بیان کرتیں جو تنقید کا نشانہ بنتا لیکن انہوں نے بڑی لگن کے ساتھ دعوت دین کا کام خاندان میں جاری رکھا اور وقت کے ساتھ ساتھ سب ہی کسی نہ کسی دائرے میں ان کے ساتھ دین کی جدوجہد میں شامل ہوگئے۔ اپنے گھر میں ہفتہ وار درس کا انعقاد ہم بہن بھائیوں کی تربیت کے لیے مفید ثابت ہوا جمعرات کو نیند قربان کر کے سات آٹھ برس کی عمر میں اس اجتماع میں شریک ہوتے۔ محلے میں درس کی یاد دہانی کروانا ہمارا کام تھا ." روشن آپا بہت حوصلہ مند خاتون تھیں صدر ایوب کے دور میں جماعت اسلامی پر پابندی لگائی گئی تو وہ بڑی سختی کا دور تھا لیکن آپ کا گھر اس وقت بھی تحریک کا مرکز بنا ہوا تھا جماعت کا لٹریچر اور دیگر اشیاء یہیں سے دیگر مقامات تک پہنچائی جاتی تھیں اور وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوتی تھیں۔ 1963ء میں لاہور میں ہونے والے اجتماع میں بھی شرکت کی جہاں شرکاء کو ایوب خان کے حکم سے فائرنگ کا نشانہ بنایا گیا چھوٹے بچوں کے ساتھ خوف و جبر کے ماحول میں لاہور تک کا سفر اور اجتماع میں شرکت ان کی حوصلہ مندی کا ثبوت ہے۔ 1970 کے الیکشن کا دور بھی بڑا ہنگامہ خیز تھا۔ خوف و دہشت کی فضا میں پیپلز پارٹی کا راج تھا اس زمانے میں قومی اسمبلی میں کراچی سے پانچ سیٹیں تھیں۔ جماعت اسلامی دو پر کامیاب رہی ایک پروفیسر غفور احمد صاحب اور دوسرے محمود اعظم فاروقی صاحب۔

روشن آپا، پروفیسر غفور احمد کے حلقہ انتخاب کی نگراں تھیں الیکشن مہم کا پہلا جلسہ ان کے گھر کے برابر سڑک پر شامیانہ لگا کر کیا گیا اس جلسے کے دوران بھٹو کے کارندوں نے اچانک شامیانے کی رسی کاٹ دی لیکن روشن آپا نے وہاں موجود بچوں اور خواتین کو پہلے ہی حالات سے نمٹنے کے لیے تیار کیا ہوا تھا اسی لیے رسیاں کٹتے ہی بچے ان رسیوں کو پکڑ کر جھولنے لگے کہ شامیانہ خواتین پر گرنے نہ پائے اس شور وغل میں غنڈے فرار ہو گئے۔

لیاقت آباد کے علاقہ میں حلقہ خواتین جماعت اسلامی کا پہلا انڈسٹریل ہوم قائم کیا گیا تھا تا کہ ضرورت مند خواتین کے لئے ہنر کے ساتھ ساتھ روزگار کا بندوبست بھی ہو سکے۔ روشن نسرین صاحبہ کے ذمے مالیات اور یہاں کے دیگر تنظیمی امور تھے جن کے لیے مردانہ نظم سے بھی مشاورت اور رابطہ رکھا جاتا۔ یہ رابطہ پردے کے پیچھے سے ہوتا۔ بہترین انتظامی انداز میں اس انڈسٹریل ہوم کو چلایا گیا اور بے شمار لڑکیاں یہاں سے ہنر سیکھ کر فارغ ہوئیں۔ مسز محمد رفیق غوری جوان کے برابر والے گھر میں رہائش پذیر تھیں انہوں نے بتایا کہ "محلے کی خواتین ان کی گرویدہ تھیں۔ لوگوں کے دکھ درد میں شریک رہتیں، خدمت کے معاملے میں پیش پیش رہتیں۔ اپنے گھر کا کام کرنے والی ماسیوں سے بھی ان کا رویہ مثالی تھا اکثر دوپہر کے کھانے کی تیاری کے ساتھ ان کے لیے کھانے کا اہتمام کرتیں، ان کے لئے خود روٹی ڈالتیں'۔ ضرورت مند خواتین کی امداد ایسے کرتیں کہ بعض دفعہ وہ خواتین بھی اس سے بے خبر ہوتیں کہ مدد کرنے والا کون ہے۔ ان کی بیماری کے دوران بھی دور دراز مقامات سے خواتین امداد کے لیے آتیں اور دعائیں دے کر جاتیں۔

روشن نسرین جو لوگوں کے دلوں میں دین کی خدمت کا درد جگانے آئی تھیں اور 1981ء میں محض پچاس برس کی عمر میں اپنا فرض ادا کر کے اپنے پیچھے صدقہ جاریہ باقیات الصالحات کی صورت میں چھوڑ کر رب اعلیٰ سے ملاقات کے لیے اس کے حضور حاضر ہو گئیں۔ کراچی میں جماعت اسلامی خواتین کے کام کا آغاز کرنے والی روشن نسرین کا گھران کے انتقال کے موقع پر ایک بڑی اجتماعیت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ پھولوں کے گلدستے نے باغ کی صورت اختیار کر لی تھی، جس میں سے ان کے ہاتھوں کے لگائے ہوئے بہت سے پودے آج اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔

قواریرِ جماعت اسلامی

ڈاکٹر میمونہ حمزہ

جماعت اسلامی پاکستان کا قیام معاشرے میں اسلام کی دعوت پھیلانے اور اسے پوری دنیا میں غالب کرنے کے لئے عمل میں آیا۔ تقریباً ۸۰ برس پہلے چند سلیم الفطرت نیک نفوس نے اس کی بنیاد رکھی۔ جماعت اسلامی معاشرے کے ہر شعبے اور پاکستان کی سرزمین کے ہر گوشے میں اللہ تعالی کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے مصروف عمل ہے۔ خواتین ابتداء ہی سے اس جدوجہد کا حصہ ہیں، اگرچہ ان کا تنظیمی ڈھانچہ کچھ عرصے بعد بنایا گیا۔ بانیء جماعت اسلامی سید مودودیؒ کی رفیقہ حیات اس راستے میں ان کے ساتھ تھیں، اور یہی حال جماعت اسلامی کی دیگر قیادت کا تھا۔ جماعت اسلامی ان کا جزوقتی شوق نہ تھا بلکہ ان کے نصب العین کی تکمیل کا دروازہ تھی۔ اس لئے جب دین کی محبت سے سرشار اور اس کی عمل داری کے لئے کوشاں پچھتر (۷۵) پاکیزہ دلوں نے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی تو ان کی دعوت، تبلیغ اور جدوجہد کا پہلا مرکز ان کے گھر اور خاندان قرار پائے۔ اور یہ افراد جب اپنے گھروں میں واپس آئے تو ان کی بیویاں، بیٹیاں، مائیں اور بہنیں ان کی دعوت کی پہلی مخاطب بن گئیں۔ اور قرآن وسنت کی دعوت گھر سے ہوتے ہوئے خاندان میں پھیلنے لگی۔

میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ میں اس دعوت پر لبیک کہنے والی تیسری نسل سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے نانا جان حافظ عبدالمجید (فیصل آباد) ابتدائی دور کے اراکین میں سے تھے۔ میرے والد اور والدہ (رحمھما اللہ)دونوں نے تمام عمر اسی نصب العین کے گرد گزاری۔ اور میں اور میرے شوہر تیسری نسل کے نمائندہ ہیں۔ میں حلقہ

خواتین جماعت اسلامی پاکستان کے حوالے سے جو کچھ تحریر کر رہی ہوں وہ سینہ بہ سینہ معلومات کے علاوہ تحریر شدہ مواد ہے جو گاہے گاہے مختلف مجلات اور رسائل کی زینت بنتا رہا۔

لاہور میں جماعت کا ارکان کا اجتماع تھا جس میں شرکت کے لئے نانا جان اپنے ہمراہ اپنی بیٹی اور بہن کو بھی لے آئے، یہ پہلا مرحلہ تھا، جب خواتین کو تربیت کے لئے گھر سے دور لایا گیا۔ مولانا مودودیؒ نے انہیں زنان خانے میں بھجوایا، والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ بیگم

مودودیؒ ان طالبات کو دیکھ کر ذرا پریشان ہوئیں، (اس دور میں بیٹیوں کے لئے گھر سے دور رہنے میں شاید ایسی ہی حساسیت پائی جاتی تھی)، وہ کچھ دیر وہیں رہیں اور رات سے پہلے انہیں آپا حمیدہ بیگم کے پاس بھیج دیا گیا، جو کہ حلقہ خواتین جماعت اسلامی کی بانی ناظمہ تھیں۔ اس کے بعد بھی والدہ صاحبہ اور کئی لڑکیوں کو بھی ان کے پاس رہنے کا تجربہ ہوا۔ آپا حمیدہ بیگم نہ صرف سراپا تحریک اور تحرک تھیں بلکہ وہ تربیت کے لئے ہمہ وقت موجود اور مستعد بھی تھیں۔ ان کا گھر ہی خواتین کا اولین مرکز تھا۔ جہاں دعوت و تربیت کے بہترین مواقع تھے۔

دین کی دعوت کو فطری انداز میں آگے بڑھانے کے لئے تحریکی شادیوں کا آغاز بھی ہو گیا، آپا حمیدہ بیگم کی شادی مولانا مودودیؒ نے مولانا عبدالحمید صاحب سے کروائی تھی۔ آپا حمیدہ بیگم دنیا کی نرالی دلہن تھیں جو سادہ لباس میں (غالباً سفید دوپٹے میں) رخصت ہوئی تھیں، اور شوہر کے گھر میں پہنچیں تو حجلہ عروسی میں پہنچنے سے پہلے ہی درسِ قرآن سے ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔ اپنے گھر میں دین کی دعوت دینے کی مشتاق کو پا کر مولانا عبدالحمید کا دل کتنا خوش ہوا ہوگا۔ وہ دین کے معاملے میں ان کے لئے راہیں کھولنے والے اور مدد و معاون شوہر تھے، اور آپا حمیدہ بیگم ہمہ وقت داعیہ۔۔ جن کے لئے کھانا پینا اور سونا اوڑھنا بھی جماعت کی دعوت ہی تھی۔ آپا حمیدہ بیگم دعوت کے موثر میدان متعین کرتیں اور وہاں تک پہنچتی تھیں، طالبات کے سکول و کالج اور معلمات ان کی خصوصی توجہ کا مرکز رہے۔ وہ نہ صرف اساتذہ کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتیں بلکہ ان کے لئے لٹریچر بھی فراہم کرتیں۔ ادارے کی ذمہ دار ہیڈ مسٹریس یا پرنسپل سے خصوصی ملاقات کرتیں۔ وہ خواتین جو بہت زیادہ علم نہیں رکھتیں، یا انہیں درسِ قرآن و حدیث دیتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی، وہ انہیں اجتماعی مطالعے کی ترغیب دیتیں، کہ جو مطالعہ کیا جائے اس کو باہم سمجھ لیا جائے۔

آپا حمیدہ بیگم کے پاس متعدد خواتین و طالبات آتی تھیں، کئی ان کے ہاں قیام بھی کرتی تھیں، اور کچھ کو ان کی مائیں تربیت کے لئے بھیج دیتی تھیں، جنہیں نہ صرف وہ بنیادی گھریلو مہارتیں اور کھانا پکانا سکھاتی تھیں بلکہ مختلف کتب اور رسائل و جرائد بلند آواز سے سنا بھی کرتی تھیں۔ بلکہ جس میں کسی پہلو میں عملی کمزوری دیکھتیں اسی موضوع پر اس سے کوئی مضمون یا اقتباس سننے کی فرمائش کر دیتی تھیں۔

ابتدائی دور کی خواتین کی معاشرے کے بگاڑ پر بھی گہری نظر تھی، پاکستان بننے کے بعد چھپنے والے رسائل اور خاص طور پر خواتین کے رسائل میں جس بے پردہ ماحول اور باطل نظریات کا پرچار ہو رہا تھا، اور نوجوان لڑکیاں جس قدر اشتہا کے ساتھ ان رسائل اور ڈائجسٹوں کو پڑھ رہی تھیں، وہ ان کے لئے بہت تکلیف کا باعث تھا، لہٰذا ان خواتین نے اس پر سوچ بچار کی، اور دو پہلوؤں سے اس پر کام کیا۔ خواتین کے معروف ڈائجسٹوں کا مطالعہ اور ان میں اچھی باتوں کی حوصلہ افزائی اور جہاں ضرورت ہو وہاں تنقید برائے اصلاح کا کام کرنا۔ انہوں نے صاف ستھرے اور پاکیزہ ادب کی ترویج کی اہمیت کو محسوس کیا، اور اس کے لئے رائٹرز کا ہراول دستہ تیار کیا۔ محترمہ ام زبیر، نیر بانو، رخشندہ کوکب، بنت الاسلام، عفت قریشی وغیرہ اسی قافلے کی سرخیل تھیں، جنہوں نے خواتین کے ادب میں ایک نئی جہت متعارف کروائی،

جوادب برائے ادب کے بجائے ادب برائے زندگی اور زندگی بے بندگی شرمندگی کے سنہری پیغام پر مشتمل تھی۔خواتین کا ماہانہ مجلہ ''عفت'' کے نام سے جاری کیا گیا۔جو بعد ازاں ''بتول'' قرار پایا۔اس نہج پر لکھے گئے افسانے، ناول، کہانیاں آج بھی اصلاحی ادب کی پہچان ہیں۔

خواتین کی جماعت نے ابتداء ہی سے گھر کو دعوت کا مرکز قرار دیا، اور محلے کی بنیاد پر دعوتی سرگرمیاں جاری کی گئیں، جس میں ہر عمر کی خواتین اور لڑکیاں شامل ہوتی تھیں۔آپا حمیدہ بیگم معاشرے کے ہر طبقے کی خواتین تک دین کا پیغام پہنچانا چاہتی تھیں، وہ اشرافیہ کی خواتین سے بھی ملتیں تو ان میں دین کی محبت اور اللہ سے تعلق بڑھانے کی فکر کرتیں، وہ کسی کی بھی معاشرتی حیثیت سے متاثر نہ ہوتیں، بلکہ اپنے گھر ہی میں آ کر سکون پاتیں، اور ان کے چھوٹے چھوٹے جملے ساتھ جانے والی لڑکیوں کی سوچ کو پختہ بناتے۔آپا حمیدہ بیگم نے انتہائی خراب صحت میں بھی آخری لمحات تک فریضہ قامتِ دین کو پورا کیا اور دین سے محبت کرنے والی جماعت کی کارکنان کی ایک فصل اپنے پیچھے چھوڑی۔جماعت اسلامی کی یہ خواتین پورے پاکستان کے ہر شہر، دیہات اور بستی میں دکھائی دیتی ہیں۔جن کے دعوتی پروگرامات، لٹریچر کی کلاسز اور کارکن سازی اور مدرسات کی تیاری کا کام تسلسل سے جاری ہے۔

آپا ام زبیر اور نیر بانو صاحبہ نے اسی مشن کو آگے بڑھایا، ان کے ادوار میں جماعت اسلامی پر پابندی لگی اور انجمن تبلیغ اسلام کے نام سے اسی مشن کو پورا کیا گیا۔جماعت اسلامی کا شعبہ خدمتِ خلق نہ صرف مملکت کے غریب اور ضرورت مندوں کی مدد کے لئے سرگرم رہا بلکہ ہنگامی حالات اور آفات میں بھی اس شعبے نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔رمضان اور عید پیکیجز کے ذریعے ضرورت مندوں کو ان کی دہلیز پر ضروریات زندگی پہنچائی گئیں۔زلزلے، سیلاب، وبائیں، اور حادثات کے متاثرین کی فوری مدد کا اہتمام کیا گیا۔۱۹۶۵ اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں خواتین نے فوجیوں اور متاثرہ مقامات کے رہائشیوں کی مدد کا بیڑا اٹھایا۔کئی کالجز اور سکول کی عمارتوں میں فوجیوں کی ضروریات کے پارسل تیار کئے گئے، اس میں جماعت اسلامی کی کارکن خواتین پیش پیش رہیں۔

قراردادِ مقاصد کی منظوری کے لئے جماعت اسلامی کی خواتین نے گھر گھر دستخطی مہم چلا کر پاکستان کے آئین کو درست سمت عطا کرنے کے لئے جدوجہد کی۔۱۹۷۷ء کی نظام مصطفیٰ تحریک میں بھی خواتین کا نمایاں کردار تھا۔ایک جانب وہ خواتین میں بیداری پیدا کر رہی تھیں تو دوسری جانب اپنے باطل کے ساتھی حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں نظامِ مصطفیٰ کو نافذ کرنے پر آمادہ کر رہی تھیں۔

جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو کارکن خواتین نے گھر گھر چندہ جمع کر کے افغانوں کی مدد کی۔اور امت مسلمہ کو دنیا میں جب اور جہاں بھی مشکل پیش آئی، امت مسلمہ کی اخلاقی، اور مالی مدد کے لئے خواتین پیش پیش رہیں۔

جماعت اسلامی کا پروگرام پوری زندگی کی اصلاح کا ہے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کا عملی پروگرام ہے، تو جماعت کے نازک آبگینے (قواریر) ہر محاذ پر ہی سرگرمِ عمل ہیں۔اس میں نوجوان، ادھیڑ عمر اور بزرگ سب ہی اپنی صلاحیتوں اور

وسائل کے مطابق حصہ ڈالتی ہیں۔ کئی مقامات پر دروسِ قرآن وحدیث کے حلقے ترقی پا کر قرآن ہاؤس اور قرآن اکیڈمیز میں ڈھل گئے ہیں۔ پاکستان کے کئی شہروں میں جامعات المحصنات برائے طالبات کا ایک جال بچھ چکا ہے، اس میں جماعت اسلامی خواتین کی کوششیں اس کی فنڈنگ سے لیکر تدریس وتربیت اور معاشرے کا مفید اور کارآمد اور امتِ مسلمہ کے بہترین کاروان بنانے تک وسیع ہے۔ جہاں پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور ترقی کے لحاظ سے پس ماندہ علاقوں کی طالبات تعلیم پا کر اپنے علاقے کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتی ہیں۔ اسی طرح معاشرے کی اصلاح اور خواتین کی تربیت کے لئے صوتی پروگرامز بھی کئے جاتے ہیں۔

جماعت اسلامی کو عوام کی آواز بنانے کے لئے جماعت کی خواتین سیاسی محاذ پر بھی سرگرم ہیں، وہ مردوں کے سیاسی مہم میں عوام کی بیداری کی کوشش کرتی ہیں، اور عملی طور پر بلدیاتی کونسلز، سے لے کر پارلیمنٹ تک میں اپنا کردار ادا کر چکی ہیں۔ اور ان کی کارکردگی کو بلا تفریق سیاسی وابستگی تسلیم کیا گیا ہے، وہ عائشہ منور صاحبہ کے دور کی اسمبلی ہو، یا ڈاکٹر کوثر فردوس کی سینیٹر شپ یا عائشہ سید کی قومی اسمبلی کی نشست، صوبائی اسمبلی کی نشست پر متعین ہوں یا بلدیاتی کونسلر ہوں! ان میں سے ہر ایک نے امانت اور دیانت کی مثال پیش کی، اور خواتین کی بہبود کے عملی اقدامات کئے۔

جماعت اسلامی حلقہ خواتین نے گھر، بچے، اور عورت کے لئے فلاح کا وسیع پروگرام دیا، اسے "فلاحِ خاندان" کا نام دیا گیا۔ جس کے ذریعے معاشرے میں خاندان کی مضبوطی کے لئے شعور بڑھایا، نکاح آسان بنانے کے لئے رشتے ناطے طے کرنے کے فورم بنائے۔ جماعت کے آغاز ہی سے دین کی بنیاد پر رشتوں کی بنیاد قائم کی گئی، جہاں حسب نسب اور مال ومتاع اور حسن کے معیار کے بجائے تقویٰ کے معیار پر رشتے استوار کئے گئے۔ میرے والد صاحب نے شادی کے لئے مولانا مودودیؒ سے رابطہ کیا کہ میں دین کی بنیاد پر نکاح کرنا چاہتا ہوں، تو انہوں آپا حمیدہ بیگم سے رابطہ کرنے کو کہا۔ یہ ایسا بابرکت نکاح تھا جس سے پیدا ہونے والی اولادوں کے رشتے طے کرنے میں بھی اسی دین کو پیش نظر رکھا گیا، تو آرائیں اور راجپوت، ہی نہیں سید گھرانے میں بھی رشتہ طے ہوا۔ یہی اس دور کی ایک بڑی تعداد کی روداد ہے، اور اس وسیع المشربی نے عمومی طور پر جماعت کے گھرانوں میں فقہی اختلاف تو دیکھا مگر فقہ کی بنیاد پر کسی سے دوری یا نفرت دیکھنے میں نہیں آئی۔

" جماعت اسلامی حلقہ خواتین نے گھر، بچے، اور عورت کے فلاح کا وسیع پروگرام دیا، اسے "فلاحِ خاندان" کا نام دیا گیا۔ جس کے ذریعے معاشرے میں خاندان کی مضبوطی کے لئے شعور بڑھایا، نکاح آسان بنانے کے لئے رشتے ناطے طے کرنے کے فورم بنائے۔ "

محترمہ حمیدہ بیگم، عائشہ منور، ڈاکٹر کوثر فردوس، ڈاکٹر رخسانہ، زبیدہ خاتون، ڈاکٹر ام کلثوم، رخشندہ کوکب، راحیل قاضی وغیرہ اسی زنجیر کے چند نام ہیں۔ دعوتِ دین کی داعیات جس گھر میں بھی پہنچیں اسکے در و دیوار پر ان کے نمایاں نقوش نظر آئے، آرائش وزیبائش کے

معیارات تبدیل ہوئے، رسوم ورواج کے فاسد حصے کسی ماہر ڈاکٹر کے نشتر کی طرح کاٹے گئے، خاندانوں کو جوڑنے کے لئے اعلیٰ اخلاق کے مظاہرے ہوئے، اور اولاد کی تربیت باشعور والدین کے ہاتھوں انجام پائی۔

جن خواتین کو ناموافق حالات پیش آئے انہوں نے صبر وثبات کا مظاہرہ کیا، اور ہولے ہولے ماحول کی تبدیلی میں جت گئیں، آج کے بہت سے تحریکی جوڑے ماضی میں کسی ایک فرد کی محنتوں کا ثمر ہیں، کہیں جماعت اسلامی کے مردوں نے عورتوں کو بڑی محنت سے جماعت کا ہمدرد، رفیق اور رکن بنایا اور کہیں عورتوں کی محنت کام آئی۔ بے نمازی شوہر مسجد کے نمازی اور نوافل کا اہتمام کرنے والے بنے، اور دین کے داعی بھی، کہیں اس تحریک میں تو شامل نہ ہوئے مگر خواتین کو کام کا راستہ دیا، اور کہیں برسوں کی محنت اس وقت رنگ لائی جب ان کی اولاد کے بگڑنے کا خطرہ ہوا تو انہیں معاشرے میں اس جماعت سے بڑھ کر سدھار کا کوئی مرکز نظر نہ آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی حلقہ خواتین دین کی دعوت کی پکار پر اٹھنے والی داعیات کا وہ ہراول دستہ ہے جس نے دین کی راہ کی راہی دیگر تعلیمی اور تحریکی تنظیموں اور اداروں کے لئے بنیاد کا کام کیا ہے، اور آج جگہ جگہ جو ہمیں دورس کے حلقے نظر آتے ہیں، یا قرآن و حدیث کی تعلیم کے مراکز نظر آتے ہیں، اور معاشرے میں طالبات اور خواتین کی دین سیکھنے کی جانب دوڑ نظر آتی ہے تو اس کی بنیاد میں آپا حمیدہ بیگم اور ان کی ساتھیوں کا درد اور کوششیں ہی ہیں جو ہر ایک کو اپنی استطاعت کے مطابق اپنی ذمہ داری ادا کرنے اور دعوت کو ہمہ جہت پھیلانے کے لئے منصوبہ بندی کرتی تھیں۔ اردگرد فحش اور باطل نظریات پر مبنی ادب کو فروغ پاتے دیکھ کر صرف کڑھتی ہی نہ تھیں بلکہ اداروں کی بنیاد رکھ رہی تھیں۔ یہ ان ہی پاکیزہ نفوس کی کوششیں ہیں کہ آج پاکستان میں اسلام اجنبی نہیں ہے، باطل کے فروغ کے لئے اٹھنے والے ہر نعرے اور ہر سلوگن کو کشمکش کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور وہ ''میرا جسم میری مرضی'' کا نعرہ ہو، یا ''تحفظ خواتین'' کے نام پر خاندان کی اکائی کو منتشر کرنے کا پروگرام، عوامی شعور کے ذریعے اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اور لیفٹسٹ کے بیرونی فنڈڈ ایجنڈے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جماعت اسلامی کی قواریر بن گئی ہیں، جو ظاہر میں تو نرم ونازک خواتین ہیں، آبگینے، جنہیں ٹھیس نہ لگ جائے، مگر ان کو دین کی طاقت اور اللہ پر ایمان اور رسول ﷺ کی اطاعت نے مضبوط بنا دیا ہے، الحمدللہ۔

(اس لئے جماعت اسلامی کی طاقت کو پارلیمنٹ کی نشستوں کی تعداد سے نہیں بلکہ معاشرے میں اس کے اثر ورسوخ سے پہچانا چاہئے۔ جماعت اسلامی اس دین کا علم تھامے ہوئے ہے جو انبیاء علیہم السلام کا مشن اور ان کا راستہ ہے۔)

اللھم اید الاسلام والمسلمین۔ آمین

نام کتاب: 5* -اے ذیلدار پارک*

تبصرہ نگار: محترمہ رابعہ عالم

میرے سامنے اس وقت سید مودودی رحم اللہ علیہ کی مشہور کتاب 5۔اے ذیلدار پارک* ہے جو میری چند پسندیدہ کتابوں میں سے ایک ہے اس کتاب سے میری نسل کے لوگ تو بخوبی واقف ہوں گے مگر موجودہ نسل شاید زیادہ واقف نہیں ہوگی اس کتاب کے پہلے صفحہ پر درج سورہ بقرہ کی آیت نمبر 269۔۔۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا

ترجمہ: "اور جس کو حکمت ملی اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔"

اس کتاب کے لئے بہترین عنوان ہے میں سوچ رہی ہوں کہ دنیائے عرب کے عظیم اسلامی مفکر امام یوسف القرضاوی نے سید مودودی رحمۃ اللہ کو امام العصر" کا خطاب بالکل درست دیا ہے اس لئے میں اپنی اس محسن ہستی کو "امام مودودی رحمۃ اللہ" کہتی ہوں۔آپ نے قرآن وسنت کا پیغام دنیا تک پہنچانے کے لئے تحریر وتقریر کے ساتھ مکالمہ کا ذریعہ بھی استعمال کیا۔ابلاغ کے لئے مکالمہ یا سوال وجواب سب سے موثر لیکن ذرا مشکل ذریعہ ہوتا ہے اس میں مخاطب کا ردعمل وگفتگو کے اثرات فوراً ظاہر ہوجاتے ہیں۔اس کتاب کو پڑھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ امام مودودی رحمۃ اللہ کو اللہ نے جو علم ،بصیرت اور حکمت عطا فرمائی تھی اس کو کام میں لاتے ہوئے آپ یہ بصیرت وحکمت مخاطب کے اندر منتقل کردیتے ہیں اور اس کو فکر وفہم کا وہ انداز دیتے ہیں کہ وہ مسائل ومعاملات کی گتھیاں کسی حد تک خود بھی سلجھانے کے قابل ہوجاتا ہے اور ایک نظریاتی ذہن بنتا ہے۔

5-اے ذیلدار پارک دراصل سید مودودی رحمۃ اللہ کی رہائش گاہ تھی جس کے برامدہ وصحن میں بعد نماز عصر یہ محفل جمتی تھی۔عام افراد کو آنے

کی اجازت تھی لوگ نظام وقت اور اسلام کے متعلق اپنی الجھنیں لے کر آتے اور مطمئن ویکسو واپس لوٹتے۔ اس محفل کے بیشمار رنگ تھے اس میں سے چند رنگوں کی جھلک پیش خدمت ہے:

۔۔ایک طالب علم نے سوال کیا۔۔۔

مولانا ایک پروفیسر صاحب جو مذہبی رجحان رکھتے ہیں اکثر یہ بات کہتے ہیں کہ مذہب کے معاملے میں عقلی دلیل پیش کرنا غلط ہے بس صرف ایمان لانا کافی ہے سوال یہ ہے کہ کیا واقعی دینی احکام یا عقائد میں عقلی بحث اور غور وفکر کا کوئی مقام نہیں ہے؟؟

مولانا نے ارشاد فرمایا۔۔۔ یہ بات اس حد تک تو صحیح ہے کہ دینی احکام کے سلسلے میں ہر بات کی عقلی توجیہ پیش کرنا ضروری نہیں ہے اور وہ اتباع کے لئے شرط بھی نہیں ہے مثلاً یہ سوال کہ عصر کی نماز کے چار فرض کیوں ہیں اور مغرب کی نماز کے تین فرض کیوں رکھے گئے یا اسی طرح یہ بات کہ روزہ کھولنے کے لئے سورج کے غروب ہونے کی شرط کیوں ہے یہ اور اس طرح کے بے شمار سوالات ہیں جن کے لئے دلائل کا تقاضہ کرنا درست نہیں اور نہ ان کا جواب دینا ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ دینی عقائد وایمانیات کے حق میں عقلی دلائل یا تو موجود نہیں ہیں یا ان کو بیان کرنا درست نہیں ہے خود قرآن مجید میں بار بار دین کی حقانیت کے سلسلے میں استدلال سے کام لیا گیا ہے اسلامی عقائد کی صداقت اور کفر وباطل کی تردید میں بے شمار دلائل دیے گئے ہیں اور قرآن نے جگہ جگہ انسان کو کائنات میں اور اپنی ذات میں غور وفکر کرنے اور تدبر کرنے کی دعوت دی ہے بلکہ اس کے برعکس عقل وفکر سے کام نہ لینے پر لوگوں کو سرزنش بھی کی گئی ہے۔

ایک صاحب نے کہا۔۔۔

اللہ نے قرآن مجید میں اہل ایمان سے قرض کا مطالبہ کیا ہے اور اس کی واپسی کی مقدار کو معین نہیں کیا البتہ یہ زیادہ ہوسکتا ہے کم نہیں ہوسکتا۔ سوال یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے زیادہ دینا کس نوعیت کا ہوگا جبکہ سود حرام ہے پھر عام لوگوں کو اس سے کیوں منع کیا گیا؟

مولانا نے فرمایا: اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نہ صرف اپنے بندوں کو سود" دیتا ہے بلکہ وہ تو اس سے زیادہ سخت کام کرتا ہے یعنی زندہ آدمیوں کو مار دیتا ہے اور ایسے لوگوں کو ختم کر دیتا ہے جن کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم رہ جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔کیا یہ سب چیزیں اس بنا پر آپ کے لئے بھی حلال ہو جائیں گی کہ اللہ تعالی ایسا کرتا ہے۔ اللہ تعالی کا اپنے بندوں کو زکوۃ، خیرات وغیرہ کے بدلے میں انہیں زیادہ دینا اگر سود ہے تو اس کو اس کا حق پہنچتا ہے اور اسی کو تو دینا چاہئے۔ دوسرے لوگوں کے لئے وہ اس بنا پر حلال نہیں ہو جاتا کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ آج تم مجھے قرض دو گے تو میں تمہیں کئی گنا بڑھا کے لوٹاؤں گا۔۔۔۔۔اگر یہ بات ہو کہ اس سے سود آپ کے لئے حلال ہو گیا تو پھر بسم اللہ کیجیے لوگوں کو مارنا شروع کر دیجئے، کیوں کہ خدا بھی ایسا کرتا ہے۔ یہ استدلال ہی غلط ہے۔ وہ تو بستیاں الٹ دیتا ہے، جہاز ڈبو دیتا ہے، پورے کے پورے ہوائی جہاز اٹھا کر پھینک دیتا ہے۔۔آپ بتائے کیا یہ سب چیزیں آپ کے لئے بھی حلال ہو جائیں گی۔؟

تاریخ جماعت اسلامی

از۔۔سید اسعد گیلانی

تبصرہ نگار۔۔محترمہ ربیعہ طارق (ناظمہ صوبہ وسطی پنجاب)

زیرنظر کتاب "تاریخ جماعت اسلامی "از ڈاکٹر سید اسعد گیلانی جماعت اسلامی سے متعلق تاریخی نوعیت کی پہلی مستند کتاب ہے۔ یہ ہر اس فرد کے لئے انتہائی مفید ہے جو جماعت اسلامی کو سیاسی رقابتوں اور تعصب کی نگاہ سے بالاتر ہو کر اس کو صحیح مقام پر پرکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ جماعت اسلامی عام الفاظ میں محض ایک دینی یا سیاسی جماعت نہیں ہے یہ ایک نظریہ اور فلسفہ کا نام ہے۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں جماعت اسلامی کی تشکیل کا عمل 1937-1938ء کی کانگریسی وزارتوں کے دور اقتدار سے ہی جاری ہو گیا تھا۔ اس کا قیام وقت کے موزوں ترین موڑ تقسیم ملک سے 6 سال قبل 26 اگست 1941 کو عمل میں آیا۔

پندرہ ابواب پر مشتمل کتاب میں سے اہم ترین باب 15 جس میں جماعت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا اور اس پر اٹھنے والے اہم ترین اعتراضات اس کتاب کا اہم اور مستند ترین حصہ ہے۔ ان اعتراضات کے جوابات فاضل مصنف نے بانی جماعت ابوالاعلی مودودی ہی کی تقاریر سے اسناد کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ یہ جوابات نہ صرف وابستگان جماعت اسلامی کی یکسوئی اور اعتماد میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ مخالفین کو بھی جماعت سے متعلق خیالات کی اصلاح میں مدد فراہم کرتے ہیے۔ کتاب کا سہل اور جامع انداز تحریر اس کی افادیت کو قاری کے لئے مفید بناتا ہے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو تحریک اسلامی کے آفاقی تصور سے بھی آشنا کروایا گیا ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ تحریک اسلامی انسانیت کا نمایاں ترین باب ہے وہ حق کی نمائندگی کرتی ہے اور خدا کی بندگی کی دعوت دیتی ہے انبیاء علیہ السلام کے ذریعے اٹھنے والی اس تحریک کا مکمل سلسلہ مختصرا جامعہ ماہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے اس کے آفاقی تصورات حاکمیت الہی یا وحدت ربانی کا تصور، عبادت، تصور وحدت، انسانیت، نیابت خداوندی کو اس انداز میں واضح کیا گیا ہے۔

تاریخ کے طالب علم کے لئے بھی اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا کیونکہ قیام پاکستان سے قبل کی تحریک آزادی کو 1818 تا 1947 کی تفصیل اور جماعت اسلامی کے قیام کے عمل کے دوران موجود ماتی تحریک سرمایہ داری سوشلزم اور فاشزم اور اس وقت کی دیگر جماعتوں اور جماعت اسلامی کے فرق کو ضرور تحریر کیا گیا ہے کتاب کی تحریر کی روانی اور جامعیت پڑھنے والوں کے لیے نہایت فائدہ مند ہوگی۔

جہد مسلسل

از۔۔محمود عالم صدیقی

تبصرہ نگار۔۔محترمہ نیر کاشف (نائب نگران مرکزی نشرواشاعت)

جماعت اسلامی کا کارکن نظریاتی بنیادوں پر دوسری جماعتوں کے کارکنان کے مقابلے میں منفرد مقام رکھتا ہے، اس لحاظ سے اپنی جماعت کی تاریخ جاننا بھی ہمارے لیئے نسبتاً اہم ہو جاتا ہے، کتاب جہدِ مسلسل، حصہ اول کے مولف محمود عالم صدیقی ہیں، بارہ ابواب اور چھ سو اڑتالیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب 2017 میں شائع ہوئی۔

یہ کتاب صرف جماعت اسلامی کے کارکنان کے لیئے اہم نہیں بلکہ ہراس شخص کے لئے دلچسپ ثابت ہوگی جسے برصغیر میں چلنے والی مختلف تحاریک کی تاریخ سے دلچسپی ہو، اگر آپ تاریخ کے استاد ہیں اور برصغیر میں رونما ہونے والی تحریکوں کے بارے میں طلباء کو مکمل لیکن مختصر معلومات دینا چاہتے ہیں تو اس صورت میں اس کتاب کا باب اول اور دوم آپ ہی کے لیئے لکھا گیا ہے۔ باب سوم میں جماعت اسلامی کے قیام کی روداد نہایت وضاحت سے اس طرح بیان کی گ ء ہے کہ قاری جماعت کے قیام کا مقصد بھی اچھی طرح جان لے۔ اس باب سے لے کر آخری باب تک دراصل مختلف اجتماعات کی روداد جسے آپ مختصر کاروائی بھی کہہ سکتے ہیں بہت سادہ الفاظ میں بیان کی گئی ہے، ان ابواب کے مطامعے میں قاری مولف کے الفاظ کم سے کم اور مولانا مودودی اور دیگر شرکاء کی تقاریر زیادہ سے زیادہ پڑھتا ہے، اس طرح جماعت اسلامی کے نظریات کے حوالے سے دل میں کسی ابہام کی گنجائش نہیں رہتی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مختلف اندرونی اور بیرونی مخالفتوں کا سامنا بحیثیت جماعت کس طرح کیا گیا۔

مصنف نے جتنے بھی اجتماعات اور اجلاس کا ذکر کیا ہے ان سب کی تاریخ، شرکاء کی تعداد اور نام، اہم نکات، اور فیصلے بھی بیان کئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب کارکن کے تنظیمی فہم میں اضافے کے لئے بھی بہترین ثابت ہو سکتی ہے۔

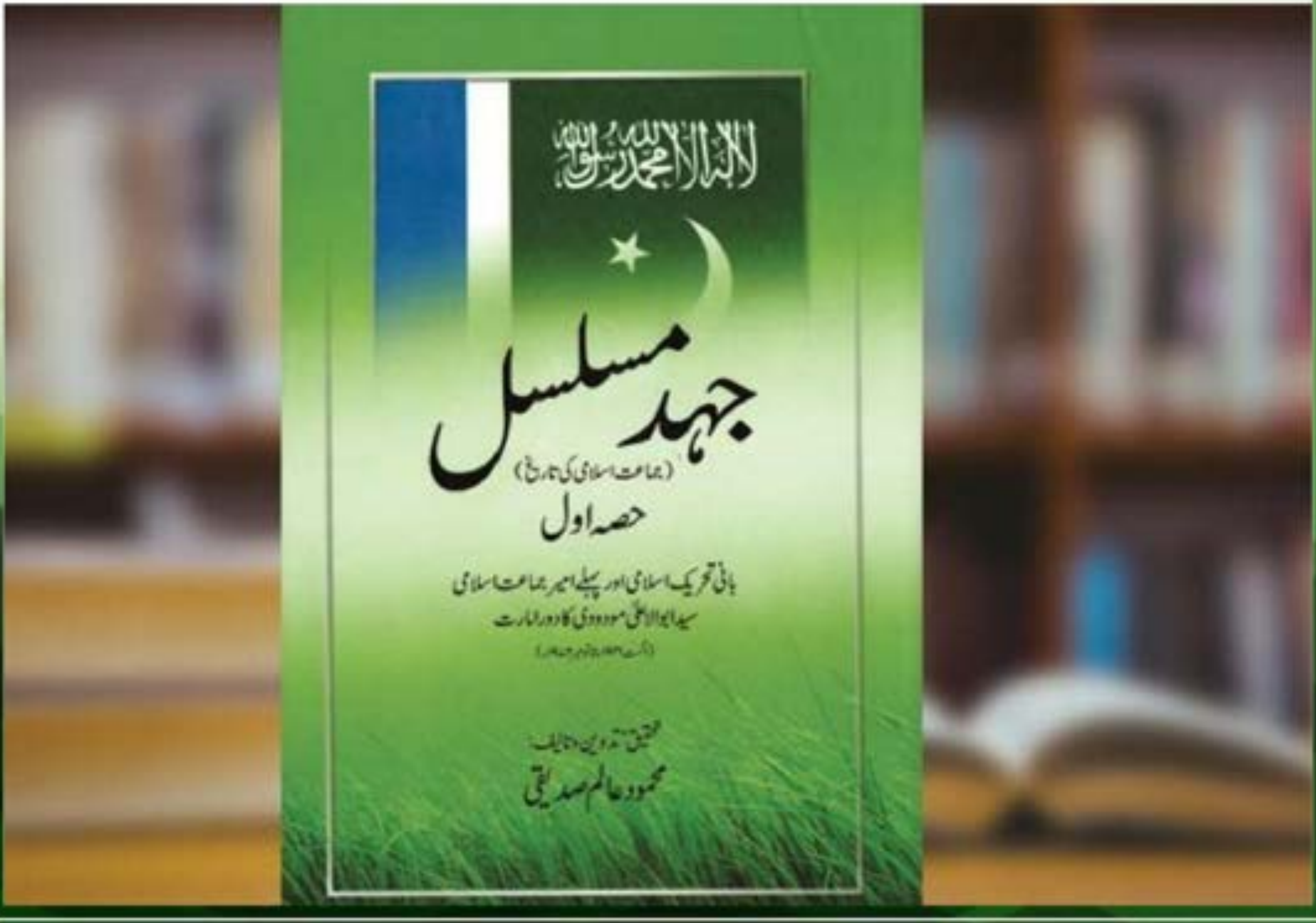

ستارے جس کی گردراہ ہوں وہ کارواں تو ہے

خواتین دعوت دین کے لئے ہمیشہ مردوں کی دست وبازو رہی ہیں۔ حلقہ خواتین جماعت اسلامی بھی ایسی ہی خواتین کا قافلہ ہے جو اپنے میدان کار میں استطاعت بھر مصروف عمل رہی ہیں۔ ان خواتین کی حالات زندگی آئندہ آنے والوں کے لئے مشعل راہ ہی نہیں بلکہ جماعت کی تاریخ کی داستان بھی ہے۔ جن سے بہت سارے سبق حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ درج ذیل سلسلے میں ان خواتین سے گفتگو جو الحمداللہ ہمارے درمیان موجود ہیں اور عمر کے اس حصہ میں میدان کار میں رہتے ہوئے دعوت دین کے کاموں میں مصروف ہیں جب عموماً خواتین اپنی گھریلو مصروفیات کے علاوہ دیگر مصروفیات ترک کردیتی ہیں۔ ہمیں ان سے مل کر زندگی اور تازگی کا احساس ہوا۔ ہمیں امید ہے کہ قارئین بھی اس تمام گفتگو اور ان کے تجربات سے کماحقہ فائدہ اٹھائیں گے۔

محترمہ امت الرقیب صاحبہ

نائب نگران جامعات المحصنات پاکستان

تعارف:

جواب: میرا ڈسکہ شہر سے تعلق ہے۔ ابتدائی تعلیم پنجاب سے حاصل کی پھر مدرسے میں داخلہ لے لیا۔ 1947 میں شادی ہوگئی۔ دو جڑواں بیٹے ہیں، شادی کے پانچ سال بعد شوہر داغ مفارقت دے گئے۔ میری بہن جو میری جٹھانی بھی ہیں، اور جیٹھ میرے کزن اور بہنوئی ہیں، انھوں نے میرے بچوں کا بہت خیال رکھا۔ بچوں کی پرورش، تعلیم وتربیت اور شادیاں تک جیٹھ جٹھانی نے کیں۔ میرے بچوں

کوکوئی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ ماں باپ بن کر پالا۔ بیٹے بڑے ہوئے تو انہوں نے بھی میرے ساتھ دین کے راستے میں بہت تعاون کیا۔

جماعت اسلامی سے کیسے متعارف ہوئیں؟

جواب۔۔ شادی کے بعد رکن جماعت اسلامی سلیمہ آپا سے قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ پڑھا۔ ایک دن وہ مجھے نعمت اللہ خان صاحب کے گھر ہونے والی عائشہ منور کی قرآن کی کلاس میں لے گئیں۔ وہاں تحسین فاطمہ لٹریچر کی کلاس لیتی تھیں۔ جس سے میرے اندر ایک تحریک پیدا ہوتی تھی۔ ایک بار الیکشن کے دنوں میں تحسین فاطمہ کلاس لے رہی تھیں وہاں کسی نے سوال کیا کہ اگر ہمیں جیتنا ہے تو جعلی ووٹ ڈال سکتے ہیں، تحسین فاطمہ کی آواز میرے کانوں میں آئی، کہ یہاں کوئی جعلی ووٹ نہیں ڈالے گا اس وقت میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے ایسے ہی لوگوں کی تلاش تھی وہ دن اور آج کا دن میں نے کلاسز سے کبھی چھٹی نہیں کی۔

سوال۔۔ جماعت اسلامی کی کون سی روایات آپ کو پسند ہیں اور کس روایت کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں؟

جواب۔۔ میں سمجھتی ہوں دو ایسی باتیں ہیں جب تک وہ ہمارے اندر رہیں گی ہم خیر پر رہیں گے، ایک ہمارے باہمی تعلقات کی مضبوطی اور دوسری چیز اطاعت امر۔ اس حوالے سے ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ 2005 کے زلزلے کے بعد کشمیر میں ساڑھے نو ماہ ہماری ڈیوٹی لگی تھی اس وقت وہاں بڑا عجیب منظر تھا تا لوگ ہیلی کاپٹر سے سے لائے جا رہے تھے تھے ان میں زخمی بھی شامل تھے۔ کوثر فردوس اس وقت قیمہ تھیں۔ ایک دن انہوں نے مجھے کہا کہ آپ واپس اسلام آباد چلی جائیں باقی لوگوں کے ساتھ انھوں نے آگے کیمپوں میں جانا تھا۔ مجھے بھی تجسس تھا کہ کشمیر میں آگے بھی دیکھا جائے کہ کیا کیا ہوا ہے۔ یہ سوچ کر میں نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں آپ کی ساتھ جاؤں گی۔ گاڑی میں جگہ چوں کہ کم تھی اس لیے توانہوں نے اپنی چھوٹی بیٹی کو اتارا اور ڈرائیور سے کہا کہ اسے اسلام آباد جانیوالی گاڑی میں سوار کروا کر آجاؤ۔ یہ دیکھ کر میں دھک سے رہ گئی اور کہا کہ نہیں میں واپس چلی جاتی ہے لیکن اس وقت کوثر نے کہا کہ نہیں اب آپ ہمارے ساتھ ہی جائیں گی، لیکن اس واقعہ نے میرے دل پر بڑا گہرا کیا۔ یہ واقعہ مجھے نہیں بھولتا، میری کلاس کی پڑھی ہوئی طالبات اگر ناظمہ بن جائیں تو میں ان کا ایسے احترام کرتی ہوں کہ مجھ سے ذرا بھی نافرمانی ہوئی تو میری عاقبت خراب ہو جائے گی۔ یہ عمر میں مجھ سے، بہت چھوٹی ہیں۔ یہ جب منصب پر آتی ہیں تو میں از راہ مذاق کہتی ہوں کہ لو اب تم میری عاقبت خراب کرنے آگئی ہو۔

تنظیمی دوروں کو کس طرح manage کرتی تھیں؟

جواب۔۔ مجھے گھر سے کوئی روک ٹوک نہ تھی بس میرے جیٹھ نے مجھے اتنی تاکید کی ہوئی تھی کہ تم گھر سے دین کے کام کے لیے ضرور نکلو لیکن مغرب سے پہلے گھر واپس آجاؤ۔ علاقے کی ذمہ داری تک تو ٹھیک تھا لیکن جب ضلعی، کراچی اور صوبائی ذمہ داریوں میں شوراؤں میں جانا ہوا تو بتدریج سہولت ملتی گئی۔ میری ہر ذمہ داری 20 سال پر محیط رہی، چترال، بلوچستان، شعبہ دیہات، شعبہ جامعات اور

10 سال ذیلی جامعات کی ذمہ داریاں رہیں۔ ان کی ساری عمارتیں کھڑے ہو کر بنوائیں ان دنوں بسوں اور ٹرینوں میں سفر کیا کرتے تھے۔ دیہاتوں میں کٹائی کے موسم میں لوگ نہیں آتے تھے تو ہم کھیتوں میں ان کے پاس چل کر جاتے اور درانتی پکڑ کر ان کے ساتھ کام شروع کر دیتے۔ بہت محبت اور دوستانہ تعلق قائم ہو جاتا اور لوگ اسی محبت میں ہمارے دروس میں شریک ہو جاتے تھے۔

سوال: جماعت اسلامی میں ریکارڈ کو بہت اہمیت دی جاتی ہے آپ اس کا کس طرح اہتمام کرتی تھیں؟

جواب۔۔ میرے ساتھ کام کرنے والی ٹیم ہمیشہ بہت اچھی رہی ہے۔ پہلے ہم گھروں میں ہی کام کیا کرتے تھے۔ ریکارڈ گھروں میں ہی مینٹین رکھتے۔ میرا ریکارڈ ہمیشہ مینٹین رہتا۔ بچوں اور گھر کے ماحول کے ساتھ سارا کام ہوتا۔ اس لیے ہر ایک کا بچہ میرا بچہ ہوتا تھا، رقیہ فردوس آپا ہماری ناظمہ تھیں وہ جب دورے پر جاتیں تو پیچھے سے ان کے بچوں کو ہم دیکھتے۔ بچے مجھے ان کے پیچھے قائم مقام امی کہتے تھے۔ اور چھوٹے موٹے بچوں کے جھگڑے میں دوڑے ہوئے میرے گھر آتے۔

سوال: آپ آج جماعت اسلامی کو کہاں دیکھتی ہیں؟

جواب: میں لوگوں کو اپنے حساب سے نہیں تولتی لوگوں کے حالات اور میرے حالات میں بہت فرق ہو سکتا ہے، اس لیے ہر آدمی کے گھر کے حالات اور ذمہ داریاں مختلف ہوتی ہیں۔ ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

ایک اہم بات سمجھنے کی یہ ہے کہ ہمارے پاس لوگ بھی ہیں اور صلاحیت بھی بہت اچھی ہے مگر دوسری جانب کئی گنا بھاری طاقت ہے۔ لیکن یہ ہمارا یقین ہونا چاہیے کہ ہمارا ایک بھی سو پر بھاری ہوتا ہے۔

ہم نے لوگوں کی تیاری کے لئے راتوں کو جاگ جاگ کر کام کیا۔ کتابیں پڑھانا، ارکان بنانے سے قبل بہت اچھی طرح دستور کا مطالعہ کروانا۔ جامعات کی بچیوں کے ساتھ مل کر مٹھائیاں کھانا، ان سے کہانیاں سننا، اس طرح ہم نے جامعات میں بہت سے ارکان بنائے جو بعد میں بڑی ذمہ داریوں پر رہے۔

محترمہ تحسین فاطمہ صاحبہ

چیئر پرسن المحصنات ٹرسٹ پاکستان

تعارف:

1967 میں گریجویشن مکمل کیا۔ لندن سے تین سالہ ٹیکنیکل ڈیزائننگ کا کورس کیا اور پہلی پوزیشن حاصل کی۔

میری شادی 1974 میں ہوئی۔

سوال: جماعت اسلامی سے کیسے متعارف ہوئیں؟

جواب: کالج کے تھرڈ ایئر میں اسلامیات لازمی میں پروفیسر خورشید احمد کی کتاب اسلامی نظریہ حیات ہمارے نصاب کا حصہ تھی اس کے مضامین میرے دل کی آواز تھے۔ بچپن سے کچھ سوالات ذہن میں تھے،اس کتاب کا مطالعہ کر کے ان کے جوابات ملنا شروع ہو گئے۔ بی ایس سی میں کیمسٹری کے نوٹس بناتے بناتے نیند آنے لگتی تو میں مطالعہ شروع کر دیتی مطالعہ میری روح کی غذا کی بن گئی۔ اور ان میں موجود مذید کتب کے حوالے دیکھتی تو وہ بھی لائبریری میں تلاش کرتی یا خرید کر پڑھتی۔ الحمدللہ اتنا مطالعہ ہو گیا تھا کہ میری تشفی ہو جاتی۔ میرے بھائی کا تعلق جمیعت علماء سے تھا وہ نیشنل کالج میں زیر تعلیم تھے، وہ گھر میں جو کتابیں لاتے تو میں ضرور مطالعہ کرتی ایک دن میں نے اخبار والے سے کچھ اچھے رسالے لانے کا کہا اس نے کہا کہ میں آپ کو ایک بہت اچھا رسالہ لا کر دوں گا اور دوسرے دن ترجمان القرآن لا کر دیا۔ترجمان القرآن پڑھنے کا آغاز ہوا تو سوچ کے دریچے کھلتے چلے گئے۔

پھر ایک بار اس میں مولانا مودودی رحمۃ اللہ کے مراکش کانفرنس کے بارے میں پڑھا۔ جس میں انہوں نے ذکر کیا تھا کہ ہمارے پاس ایسی خواتین موجود ہیں جو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیا کی جدید تعلیم سے بھی آراستہ ہیں۔ اور تبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے میں ہمارے ساتھ ہیں، یہ پڑھ کر مجھے جستجو ہوئی کہ وہ خواتین آخر کہاں ہیں؟ اتفاق سے صفیہ ناہید مرحومہ نے مجھے درس قرآن کی دعوت دی۔ وہاں جماعت اسلامی کے متفقین کہ فارم دیکھے تو چپ چاپ بھر کر دے دیا، پھر خیال آیا ابا سے پوچھے بغیر یہ کام کیا ہے وہ کیا سوچیں گے اور اس فارم کو بکس میں چھپا دیا، پھر سوچا اس میں اسلامی نظام کے قیام کی بات ہی تو ہے، پوچھیں گے تو بتا دوں گی۔ بعد ازاں قرآن کلاسز کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس کی مدرسہ آپا ام زبیر تھیں۔ انہوں نے ہمیں تحریک اسلامی کامیابی کی شرائط گھول کر پلا دی تھی۔ ام زبیر آپا نے مجھ سے امیدوار رکنیت کا فارم پر کروایا تو میں نے سوچا کہ رکنیت میں تو سالوں لگتے ہیں لیکن 1976 میں جب میری دوسری بیٹی پیدا ہوئی، تو میری رکنیت منظور ہو گئی، مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ میں تو ابھی سدھری ہی نہیں ہوں یہ کیسے ہو گیا؟ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے تو مجھے رکن بنا لیا لیکن میں نے ابھی اپنے آپ کو رکن نہیں بنایا۔ ابھی مجھے بہت سدھرنا ہے۔

سوال: جماعت اسلامی کی کون سی روایات آپ کو پسند ہیں اور کس روایت کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں؟

جواب: محبت کی روایت بہترین روایت ہے ہم ایسی جماعت ہیں جس میں سے محبت نکل جائے تو کچھ باقی نہیں رہے گا۔ محبت کی روایت گھر اور باہر دونوں جگہ قائم رہنی چاہیئے جو گھر میں فیل ہے وہ باہر بھی اس معاملے میں فیل ہے۔ محبت کی چاشنی کے ساتھ ہر کام شاندار ہوتا۔ اللہ کے دین کے راستے میں ایک دوسرے کا خیال اس قدر رکھا جاتا تھا کہ ہماری ایک ساتھی کے شوہر کی جانب سے اجازت نہیں تھی کہ وہ ڈرائیور کے ساتھ اکیلے سفر کریں تو ہماری ایک ساتھی، جو اب اس دنیا سے چلی گئی ہیں اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، وہ ہمیشہ ان کے ساتھ جاتیں اور واپس آتی تھیں، یہ وہ خاموش کارکن ہیں جو ہمیں سہارا دینے ہمارے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔

تنظیمی دوروں کو کس طرح manage کرتی تھیں؟

جواب: کراچی کی نظامت عائشہ منور کو ملی تو میں ان کی ٹیم میں شامل تھی۔ میرے پاس شعبہ تربیت تھا۔ اس دوران چوتھے بچے کی پیدائش ہوئی۔ تو عائشہ منور نے کہہ کر امیر جماعت اسلامی کراچی سید منور حسن صاحب سے گاڑی کا انتظام کروادیا۔ تاکہ مجھے سہولت ملے۔ شعبہ تربیت میں ہم تمام امیدواران کی کلاسز کا انتظام کرتے تھے اللہ تعالی صفیہ ناہید کو غریق رحمت کرے، وہ دستور پڑھاتی تھیں اور میں لٹریچر۔۔۔ان دوروں پر نکلنے کے لیے بچوں کو پیچھے چھوڑنا ہوتا تو میری بہنیں میرے بہت کام آتیں۔ اور بہت خوشی سے بچوں کے سارے کام کرتیں کہ میں بے فکری سے اپنی تحریکی ذمہ داریاں نبھاتی۔۔۔ آج میں سوچتی ہوں ہمارے وہ کارکنان جو گھروں میں آزمائش کے ساتھ کام کرتے ہیں اگر انہیں ایسے افراد مل جائیں جو ان کے بارے میں درست آگاہی یا ادراک نہ رکھتے ہوں تو یہ قیمتی لوگ پیچھے چلے جاتے ہیں۔

سوال: جماعت اسلامی میں ریکارڈ کو بہت اہمیت دی جاتی ہے آپ اس کا کس طرح اہتمام کرتی تھیں؟

جواب: اس کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ ساتھ ساتھ ریکارڈ کو مینٹین کیا جاتا رہے اور جب نئی ناظمہ کام سنبھالے تو پرانی ناظمہ کچھ عرصے اس کے ساتھ ساتھ رہے تاکہ نئی ذمہ داری کی بہترین منتقلی اور تربیت ہو سکے۔

آپ آج جماعت اسلامی کو کہاں دیکھتی ہیں؟

جواب: جیسے جیسے جماعت اسلامی کے کام میں وسعت آتی جارہی ہے مسائل بھی بڑھ رہے ہیں۔ جو کہ فطری ہے۔ مولانا مودودی فرمایا کرتے تھے کہ جب دریا میں کودو گے، تیرنا تب ہی آئے گا۔ آج کا سب سے بڑا چیلنج موبائل فون اور سوشل میڈیا ہے۔ نئے دور کے نئے تقاضوں کے مطابق ہمیں بھی قدم آگے بڑھانا ہوں گے۔ ان فتنوں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے۔ پہلے ہم گھروں میں بچوں کو تاکید کر کے نکل جاتے تھے کہ کوئی بھی آئے دروازہ نہیں کھولنا کسی غلط صحبت میں مت بیٹھو۔ لیکن اب موبائل کا فتنہ ہر بچے کے ہاتھ میں ہے۔ جس پر پوری دنیا میں موجود ہے۔ اس لئے امت کی ماؤں پر ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ نئے دور کے چیلنجز کے لیے ماؤں اور بچوں کو تیار کرنا ضروری ہے۔

محترمہ طلعت ظہیر

الخدمت فاونڈیشن ووُمن ونگ

عارف:

جواب: اقامت دین کے واضح تصور کے ساتھ دینی اقدار و روایات کی پاسداری کرنے والے خاندان میں آنکھیں کھولیں۔ رشتوں کی اہمیت اور حقوق کی ادائیگی میں بزرگوں کو سنجیدہ پایا۔ والدہ محترمہ سادگی پسند خاتون تھیں جن کی زندگی کا جوہر قناعت اور توکل علی اللہ تھا

میں سات بہن بھائیوں میں پانچویں نمبر پہ تھی اسی لئے بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ تعلقات نبھانے کی تربیت ملی جو ہمیشہ کام آئی۔ گھر کے مردوں کو دینی سرگرمیوں میں مصروف دیکھ کر اس کام کے لئے شوق اور جذبہ دل میں ابھرتا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا، کراچی یونیورسٹی سے کیمسٹری میں ماسٹرز کیا۔ شادی کے بعد ترجمہ قرآن اور فہم القرآن کلاسز کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی چلتا رہا، جس سے طرز زندگی بھی یکسر تبدیل ہوگیا۔ جو کچھ سیکھا اپنے بچوں میں بھی منتقل کرنے کی کوشش رہی آج میرے بچے اور ان کی اولاد میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ اپنے خاندان کی بچیوں کو قرآن کی تعلیم دینا میرا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ ایک عرصے تک میرے گھر پہ فہم القرآن اور دورہ قرآن کا سلسلہ چلتا رہا جس میں خاندان، محلہ اور اہلِ خانہ کو دعوت پہنچانے کی بنیادی ذمہ داری کی ادائیگی کی کوشش رہی۔

سوال: جماعت اسلامی سے کیسے متعارف ہوئیں؟

جواب: میرا گھرانہ جماعت اسلامی کا متفق گھرانہ تھا، جس میں چند افراد جماعت کے کارکن اور رکن بھی تھے، جماعت اسلامی کا لٹریچر گھر میں پڑھا جاتا تھا، اس طرح ہمارے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہوگئی تھی کہ ہم سے بڑھ کر کوئی جماعتی نہیں ہے حالانکہ خواتین کبھی بھی جماعت کے اجتماعات میں باقاعدہ شریک نہیں ہوتی تھیں۔ جماعت اسلامی میں باقاعدہ شمولیت اس وقت ہوئی جب میری بہت محبت کرنے والی پھوپھی زاد بہن نیر جہاں نے ساری کزن بہنوں کے لیے قرآن کی کلاس منعقد کی، نیر جہاں اس وقت نائب ناظمہ ضلع شرقی تھیں۔ میں ان کے رجسٹر میں ایسی متعین کے طور پہ درج تھی جس کے شب وروز پر انہوں نے لمحہ لمحہ کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی، ساتھ ہی ساتھ میرے قرب وجوار میں جماعت اسلامی کی بہنوں کو میرا ساتھی بنا دیا جنہوں نے انتہائی محبت اور خلوص سے مجھے آگے بڑھایا۔ میرے دروازے پہ پہلی دستک بہت پیاری ساتھی عفت شمسی نے دی جو میرے گھر سے چند قدم کے فاصلے پہ رہتی تھیں۔ انکی دعوت پہ درسِ قرآن میں شریک ہونے لگی جس کے ذریعے تحریکی اور محلہ پڑوس کے تعلقات بڑھتے چلے گئے۔ بیگم حمیدہ عادل صاحبہ نے تنظیمی حلقے سے جوڑا اسی دوران ناصرہ الیاس صاحبہ کو قریب سے دیکھا جو ناظمہ علاقہ تھیں ان کے گھر کو جماعت اسلامی اور الخدمت کا حسین امتزاج پایا جس کے ذریعے بہت سی کارکنان ارکان کے درجے تک پہنچیں۔

سوال: جماعت اسلامی کی کون سی روایات آپ کو پسند ہیں؟

کارکنان کی باہمی محبتیں، خوشی غمی میں شرکت، ساتھی بہنوں کے گھروں میں خدمتی کاموں کے ذریعے معاونت، غم گساری اور دل جوئی جس کے ذریعے گھر والوں کے دلوں میں تحریک کے لیے نرم گوشہ پیدا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ قیادت کا احترام، اپنی ناظمات سے قلبی لگاؤ اور محبت، ہر نئی آنے والی ناظمہ کے لیے دلوں کے دروازے کھول دینا، دوروں کے مواقع پہ پرجوش استقبال اور دعائیں۔

جب صوبہ سندھ کی ناظمہ کی حیثیت سے کئی کئی دن سندھ کے مختلف علاقوں میں جانا ہوتا تھا، آج بھی ان بہنوں کی محبت اور وارفتگی یاد کر کے جذبات میں تلاطم پیدا ہوجاتا ہے وہاں گرمیوں کی شدت گھروں کے اندر ناقابلِ برداشت ہوجاتی تو میزبان بہنیں

اپنے گھروں کی چھتوں پہ ہمارے لیے سونے کا انتظام کرتیں مشقت اٹھا اٹھا کر پلنگ بچھاتیں۔صاف ستھرے بستروں پر ہم تھکے ماندے لوگ آرام کی نیند سوتے اور وہ اللہ کی بندیاں ہمارے ناشتہ پانی اور دن بھر کے اجتماعات کے انتظامات میں مصروف ہو جاتیں، ہمارے حلقوں میں ایک اور بہت خوب صورت روایت جو ہمیں تحریک میں آگے لانے کا ذریعہ بنی ہے وہ چھوٹے بچوں کی ماؤں اور خصوصاً مشترکہ خاندانی نظام سے منسلک کارکنان کے لیئے ناظمہ اوران کی ٹیم کی خصوصی توجہ اوران کا ایثار وقربانی کا رویہ اور بچوں کے ساتھ حد درجہ مشفقانہ سلوک ماؤں کو تحریک سے جوڑے رکھنے میں معاون ہوتا ہے۔ ہمارے باوقار لباس شرعی پردے کی پابندی ہر چلتے فیشن سے متاثر نہ ہوجانا،ان کی حدود وقیود کا احساس رکھنا اور ایک دوسرے کو بھی احساس دلانا محاسبہ کے عمل کو برائے اصلاح جاری رکھنا، تنقید برائے تنقید سے بچنا،ان تمام ہی صحتمند روایات کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

سوال: تنظیمی دوروں کو کس طرح لے کے چلیں؟

جواب: تنظیمی دوروں کی ٹریننگ اس طرح کی جاتی تھی کہ سال رواں کے منصوبہ عمل کے مطابق مشاورت کے ذریعے دورے طے کئے جاتے تھے۔دوروں کی تفصیلات،مقاصد کا تعین،متعلقہ علاقے کی ضروریات کا تعین،مطلوبہ ضروریات کے مطابق دوروں کے ایجنڈے کی ترتیب وتشکیل اور ٹیم کا چناؤ بھی اسی دوران کرلیا جاتا تھا۔دوروں کی مدت کا تعین کرتے ہوئے مطلوبہ سامان کی تیاری بڑی گاڑی اور ڈرائیور کا بندوبست،دورے کی مدت کے مطابق گھروں کے انتظامات آفس اور تنظیمی مقامات پر قائم مقام کا تقرر یا متبادل افراد کی تقرری،درج بالا منصوبہ بندی کے لیے عملی تدابیر کی تفہیم اور دورہ کیے جانے والے مقامات پر اطلاعات دورے کے بعد مؤثر کارروائی، فالواپ،فیصلوں کو پندرہ دن کے اندر اندر نیچے اتارنا دورے کا بجٹ پہلے سے طے شدہ ہوتا۔

سوال: جماعت اسلامی میں ریکارڈ مینٹیننس کو بہت اہمیت دی جاتی ہے آپ اسے کس طرح manage کرتی تھیں؟

جواب: مختلف سطحوں کے ریکارڈ کو مرتب کرتے ہوئے مطلوبہ فہرست کی تیاری،درست فائلنگ،موضوعاتی ترتیب سے ہر فائل پر ٹیگ لگانا فائل کے آغاز میں فہرست درج کرنا تاکہ اندر کا تمام ریکارڈ ایک نظر میں سامنے آجائے اور تاریخ وار چیزیں ضرورت کے وقت دیکھی جاسکیں۔ جملہ فائلز کے عنوانات پر مشتمل فہرست سازی ہر سہ ماہی پر ان تمام چیزوں کو اپ ڈیٹ کرنا ضرورت پڑنے پر اگر کوئی سرکلر کسی بھی ورکنگ کے لیے نکالا جائے تو فوراً ہی اس کی کاپی کرا کے متعلقہ فائل میں متعلقہ جگہ پر لگادیا جائے یا اگر کسی فائل کو دیکھنا ہے تو ورکنگ کے بعد فوراً فائل کی جگہ پر پہنچادیا جائے۔ پھر اس ریکارڈ کو تین سال کے بعد بالائی نظم کے مشورے سے اپ ڈیٹ کرلیا جائے،غیر ضروری ریکارڈ فائلوں سے نکال کر علیحدہ کہیں سالانہ تاریخ وار محفوظ کرنا۔نظم کی تبدیلی پر ریکارڈ کی منتقلی باقاعدہ بالائی نظم کی آگہی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ بیت المال اور ریکارڈ نئے نظم کے سپرد کرکے وصولی کے دستخط لے لیے جائے۔

سوال: اپنے ان ساتھیوں کا بھی ہم سے ضرور تذکرہ کریں جو ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن وہ آج بھی آپ کو یاد آتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے ساتھ ہی کئی نام اور چہرے ذہن کے پردے میں ابھرنے لگے۔تحریک کے اس طویل سفر میں بہت سے ہم سفر اس کارواں کا حصہ بنے۔90 کی آس پاس کی دہائی میں میر پور خاص میں در بی بی کی ملاقات ناظمہ ضلع سے ہوئی۔ضلع میر پور خاص کی ناظمہ فوزیہ خالد کے پڑوس میں رہنے والی،مکرانی بلوچ،بیوہ خاتون تھیں۔3 بیٹیاں تھیں۔والدین پکے نمازی،اوردین دار تھے جس کے اثرات بیٹی میں بھی آئے۔اس ہی دین کی محبت نے انہیں فوزیہ بہن کے قریب کردیا۔اورانہیں جماعت اسلامی کی سرگرمیوں میں مصروف دیکھ کراتنی متاثر ہوئیں کہ شب وروز کے لئے انکی ساتھی بن گئیں۔گھر کے کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال کیلئے فوزیہ بہن نے انہیں اپنے گھر رکھ لیا۔جماعت اسلامی کے پروگراموں میں انکی حد درجہ دلچسپی اور شوق دیکھ کران کو اپنا متعین بنالیا۔در بی بی نے صرف ناظرہ قرآن پڑھا ہوا تھا،حد درجہ شوق نے قرآن کی اصلاح اوراردو سیکھنے کی طرف متوجہ کیا۔گھر میں کام کرنے والی کی قسمت ایسے جاگی کہ جماعت کے لٹریچر سے ابتدائی کتابچے اٹک اٹک کر پڑھنے لگیں۔پھراپنی ناظمہ کے ساتھ اندرون شہر کے دوروں میں شریک ہوئیں۔پروگرامات کے انتظامات کی ذمہ داری لے لی۔ناظمہ ضلع کہتی ہیں کہ ایسی اطاعت اور فرماں برداری کم ہی نظر آتی ہے جیسی در بی بی میں تھی۔اپنے ذاتی کاموں کو چھوڑ کر جماعت کے کاموں کو فوقیت دیتیں۔اور کہتیں کہ باجی،یہ اللہ کا کام ہے۔اسے کیسے چھوڑ دوں۔

جمعیت طالبات کے ساتھ بہترین معاونت کرتیں۔ان کے ساتھ سفر کی ساتھی بن جاتیں۔بالائی نظم کے دوروں کے مواقع پر گھر سے کھانا پکا کرلاتیں۔چائے ناشتے کا کام،مہمانوں کی رہائش کا بندوبست جو اکثر فوزیہ بہن کے گھر ہوتی تھی۔میں نے اکثر انہیں انتہائی خلوص اور محبت سے ہماری میزبانی کرتے دیکھا۔سب سے اہم بات کے وہ رکن جماعت نہیں تھیں۔اوراپنی ناظمہ سے ایسی محبت کی کہ جب فوزیہ خالد کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ شدید زخمی حالت میں کافی عرصہ صاحب فراش رہیں،در بی بی جو اپنے گاوں مکران میں تھیں،فوراً میر پور خاص واپس آگئیں اوردن رات اپنی ناظمہ کی خدمت میں لگ گئیں۔جماعتی وابستگی کے باعث گھر والوں کی ناراضگی بھی مول لیتی،مگر جس منزل کی راہی بن چکی تھیں اس سفر میں عزیمت کے ساتھ آج تک رواں دواں ہیں۔فوزیہ بہن نے بتایا کہ سابقہ ناظمہ عطیہ نثار صاحبہ نے در بی بی کے بارے میں بڑی اچھی بات کہی کہ فوزیہ آپکو اللہ نے تحریک کی خدمت کے صلہ میں در بی بی عطا کردیں واقعی،در بی بی ایک گمنام سی، اللہ کے دین کی مخلص مجاہدہ،جو آج بھی اپنے محاذ پر ڈٹی ہوئی اپنے رب کی رضا کے کاموں میں اپنی ناظمہ کی بے مثال کارکن کی حیثیت سے سرگرم عمل ہیں۔

وہ گمنام مخلص لوگ جن کا ذکر بہت کم ہوتا ہے یا انہیں کوئی جان نہ سکا۔ان کا ذکر بھی ہو۔

میری تحریکی زندگی کی روداد ادھوری رہے گی اگر اس میں مخلص ہستیاں شامل نہ ہوں جو یقیناً اپنے حصہ کا بڑے سے بڑا کام کر کے بھی خاموش زندگی گزار گئیں۔اوراپنے رب کو راضی کر گئیں۔ان ہی میں سے ایک بہت پیاری شفیق اور سادہ سی۔۔۔آپا تبو جو حرف عام میں شاہین کی امی اور آپا ام تواب کے نام سے جانی جاتی تھیں۔الفلاح سوسائٹی کی بزرگ ارکان میں ہم نے انہیں دعوتی محاذ پر بہت سرگرم

دیکھا۔ جن کا گھر جماعت اسلامی کے علاقہ سوسائٹی میں درس قرآن اور فہم قرآن کی کلاسز کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ تنظیمی سرگرمیوں کے لئے بھی بہت مشہور تھا۔ اللہ نے آپا تبو کو حسن صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت سے بھی نوازا تھا۔ جماعت کی ہر سرگرمی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔ بڑوں، چھوٹوں کے ساتھ بہت محبت کرتی تھیں۔ انتہائی میٹھی اور خوش گفتار، ہمیشہ مسکراتا چہرہ جن سے مل کر دل میں خوشی کی لہری دوڑ جاتی تھی۔ آخری عمر میں کمر میں خم آ گیا تھا اس کے باوجود گھر گھر ملاقاتیں، دعوتیں دینا، اعانتیں جمع کرنا۔ عید کے موقع اپنی تمام ساتھیوں کے لیے اپنے گھر میں سونف سپاری تیار کرلیں اور ڈھیروں پیکٹس تقسیم کرتیں۔ آپا بلقیس ان کی بہت مداح تھیں کہتی تھیں کہ جماعت اسلامی کے مخلص ترین خاموش کارکن کو دیکھنا ہے تو آپا تبو کو دیکھ لو۔ نہ ستائش کی تمنا، نہ صلہ کی پرواہ۔۔۔ اور حقیقت میں وہ ایسی ہی بے لوث گمنام کارکن تھیں جو اپنا سرمایہ حیات اپنے رب کے حوالے کر کے اسکے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو گئیں۔ اللہ ان سے راضی ہو اور اپنے جوار رحمت میں ڈھانپ لے۔

حیدرآباد ضلع کی رکن جماعت حشمت آپا اپنی ذات میں انجمن تھیں۔ خوبصورت، نازک سی، خوش لباس بلکہ ہمیشہ ہی سفید ساڑھی بلاوز میں لپٹی باوقار سی شخصیت، ہم صوبہ سندھ کے لوگ انہیں کیسے بھول سکتے ہیں۔ لطیف آباد میں انکے دومنزلہ گھر کا اوپری حصہ جو تحریک کے لئے وقف تھا، ہماری جماعت کی مسافر بہنوں کے لئے کسی نعمت سے کم نہ تھا۔ اندرون سندھ کے دور دراز شہروں سے کارکنان جماعت اور ناظمات کے اجتماعات کے لئے خواتین کے دورے ہوتے اور حشمت آپا کا گھر میزبانی کے فرائض انجام دیتا۔ جس میں سعدیہ رضوان، حشمت آپا کی بہو، ان کا دست راست ہوتیں۔ اللہ ان کی اس فیاض اور اعلیٰ ظرفی کو قبول فرمائے۔ ہم کراچی والے تو ان کی اس میزبانی کو کبھی بھی نہ بھلا سکیں گے۔ اندرون سندھ کے طویل دوروں میں تھکے ماندے مسافروں کے لئے یہ ریسٹ ہاؤس اپنی مثال آپ تھا۔ محلے اور کچی آبادیوں کے مستحق خاندانوں کے لئے انکی فلاحی سرگرمیاں بھی عروج پر ہوتیں۔ جس کا مرکز وہ عمارت تھی جو انہوں نے خرید کے جماعت اسلامی ضلع حیدرآباد حلقہ خواتین کے سپرد کر دی تھی۔ اس عمارت کے تعمیر نو کے بعد اس میں دعوتی، خدمتی سرگرمیوں کے علاوہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت اچھا انتظام کیا گیا تھا۔ اس پروجیکٹ پر انہوں نے بہت محنت جانفشانی سے کام کیا اور آج یہ شعبہ الخدمت کے تحت بہترین کارکردگی دکھا رہا ہے۔ ضلع کے بیت المال میں حشمت آپا کے 200 معاونین تھے اور پیدل چل کر وہ ان سے اعانتیں جمع کرتی تھیں۔ میں بارہا ان سے ملی ہوں۔ ان کے گھر میں قیام کیا ہے۔ پروگرامات کے دوران بھی اور اسکے علاوہ بھی ملاقاتوں میں انہیں ہمیشہ بہت محبت کرنے والی ہستی پایا۔ ہمارا استقبال اتنی گرم جوشی سے کرتی تھیں اور اتنا خوش ہوتی تھیں کہ دل ان کی محبت سے بھر جاتا تھا۔ ان کی زندگی کا آخری دن۔۔۔ میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ ہم ضلع سانگھڑ کے لئے کراچی سے روانہ ہو کر، راستے میں ہمیشہ کی طرح انکے گھر ٹھہرے، طبیعت کی خرابی کی اطلاع مل چکی تھی۔ عیادت کے لئے بھی رکنا ضروری تھا۔ مگر پہنچ کر دیکھا تو یہ کیفیت تھی کی زندگی کا سفر اختتام پر تھا۔ لمحہ لمحہ بس داعی اجل کو لبیک کہہ رہی تھیں۔ ادھر سانگھڑ میں ناظمات اور کارکنان کے اجتماعات ہمارے منتظر تھے۔ عجیب کیفیت تھی۔ نہ جائے

رفتن، نہ پائے ماندن ۔ ہماری انتہائی محترم اور پیاری شفیق ہستی کی آخری سانسیں تھیں اور ہم مضطرب دل کے ساتھ انہیں الوداع کہتے ہوئے سانگھڑ کیلئے روانہ ہو گئے ۔شام کو پروگرام کے اختتام پر ان کی رحلت کی خبر ملتی ہے۔حیدر آباد پہنچتے ہیں تو جنازہ تیار ہے۔ان کا چہرہ دیکھا تو سکینت اور سکون کی عجیب کیفیت تھی ۔دعاوں میں رخصت کیا۔بس دل کی حالت کیا بتاؤں ۔وہ پیاری ہستی اپنی خاموش زندگی میں ہرلمحہ اپنے فرض کی ادائیگی کرتی رہیں ۔اللہ ان کی روح کو دائمی سکون اور اپنی رضا سے نوازے ۔

ماندن
ان کی رحلت

محترمہ شاہدہ اکرام صاحبہ

تعارف

شوہر رکن جماعت، آڈٹ کی اہم زمہ داریاں رہیں ۔مقامی، ضلعی صوبائی اور مرکزی معاون آڈیٹر رہے ۔الخدمت میں بھی ذمہ داری رہی ۔ بڑی بیٹی جویریہ اکرام جمعیت طالبات ملتان شہر کی معاون، رکن مشاورت اور بیت المال کی کی ذمہ دار رہی ۔امیدوار رکن تھی، ایم اے کے پہلے سال میں شادی ہوگئی۔ منجھلی بیٹی سعدیہ اکرام رکن جمعیت، ناظمہ ملتان ڈویژن، رکن مرکزی وصوبائی شوریٰ، رسالہ پکار کی مدیرہ، بہاؤالدین یونیورسٹی کی نظامت رہی ۔الحمدللہ آج بھی قلمی وقولی جہاد میں مصروف عمل ہیں ۔

چھوٹی بیٹی حفصہ اکرام رکن جمعیت، بزم گل، علاقوں کی نگرانی، ملتان ڈگری کالج کی نظامت، ملتان ڈویژن کی نظامت، مشاورت و معاونت کا کام کیا۔کارکن سازی کرتی رہیں ۔اللہ حسنات قبول کرے ۔

بیٹا صہیب اکرام رکن جمعیت، بزم پیغام، علاقوں کی نگرانی، مقامی مشاورت کی ذمہ داری، U.E.T کی نظامت، یونیورسٹی کے رسالے "معمار" کا مدیر رہا، جہادی جذبہ سے سرشار افغانستان، کارگل کا سفر بھی کیا۔نواز شریف کے دور میں بہت ابتلا میں وقت گزارا، مقدمے چلے۔الخدمت فاؤنڈیشن کے رسالے کا مدیر رہا۔الحمدللہ آج کل ریاض میں منطقہ کے ناظم کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔تعلیم سے فراغت کے ساتھ ہی جماعت کی رکنیت اختیار کر لی تھی ۔چاروں بچے حلقہ ادب میں نظم ونثر میں کاوش کرتے ہیں ۔

1987ء میں رکن بنی ۔1985ء اور 1986ء میں معاون شہر ملتان بنایا گیا۔رکن بننے کے بعد ملتان، ڈی جی خان اور بہاولپور ڈویژن کی نائب ناظمہ بنادیا گیا۔ بربنائے عہدہ صوبائی شوریٰ کی ذمہ داری آ گئی ۔اسی دوران حریم ادب ملتان کی نگرانی اور عائشہ اسکول ٹرسٹ کی رکنیت رہی، لکھنے لکھانے کا کام ساتھ جاری رہا، مطالعہ کا بہت شوق تھا۔شادی سولہ سال کی عمر میں ہوگئی تھی، تعلیم بعد میں مکمل کی ۔ملتان ڈویژن کی نظامت کے دوران ناظمہ صوبہ ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ نے اپنی نیابت میں لے لیا۔تحریک اسلامی بننے کے بعد وہ ناظمہ صوبہ مقرر کی گئی تھیں ۔وہ بھی عائشہ منور صاحبہ کے ساتھ نائب قیمہ کی زمہ داری ادا کر رہی تھیں ۔1996ء میں صوبہ پنجاب کی بھاری ذمہ داری آ گئی جو کہ 2001ء تک جاری رہی، ڈاکٹر کوثر فردوس قیمہ پاکستان بنیں تو انہوں نے مرکزی شعبہ تربیت میرے حوالے کر دیا۔

انہوں نے مجھے حریم ادب پاکستان کی ذمہ داری بھی سونپ دی جو الحمدللہ بحسن وخوبی نبھانے کی کوشش رہی۔صوبہ پنجاب کی ذمہ داری بہت نازک اور مشکل وقت میں میرے پاس آئی تھی، تحریک اسلامی کی وجہ سے ماحول، حالات اور افراد بہت متاثر تھے۔خاص طور پر صوبہ پنجاب۔اللہ کی مدد، مرکز سے مضبوط و مربوط رابطہ رہا۔باہمی اعتماد و تعاون بحال رکھنے کی بھرپور کوشش رہی۔دعاوں کا تو آپ اندازہ ہی نہیں لگاسکتیں۔بتول رسالہ کی منتقلی ہوئی۔جیسے ہی صوبہ کی بھاری ذمہ داری سے فراغت ملی تو ورکنگ ویمن ویلفئر ٹرسٹ صوبہ پنجاب کی نگرانی دے دی گئی۔صوبہ پنجاب کے 42 اضلاع میں تقریباً آدھے میں چھوٹی بڑی شاخیں قائم کی گئیں۔مضبوط نیٹ ورک بنایا گیا۔ورکشاپس، سیمینار رکھے گئے۔اسی طرح حریم ادب کے بڑے بڑے صوبائی، مرکزی، ڈویژنل اور ضلعی پروگرام رکھے گئے۔صوبائی نظامت کے دوران نواز شریف، بے نظیر دور میں قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاکستان اور قیمہ پاکستان عائشہ منور صاحبہ کی زیر قیادت بڑی بڑی ریلیاں اسلام آباد میں منعقد کی گئیں جن کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔عائشہ پبلک اسکول کے ٹرسٹ کی صدارت کی ذمہ داری دس، بارہ سال نبھائی۔مشرف کے دور میں حلقہ خواتین کی جانب سے بلدیاتی انتخابات میں کھڑا کر دیا گیا۔ڈسٹرکٹ ملتان کی سیٹ پر کامیابی حاصل کی اور پانچ سال جماعت اسلامی ضلع ملتان کی طرف سے یہ ذمہ داری نبھائی۔حریم ادب پاکستان کے پلیٹ فارم سے مجلہ "حریم" نکالا گیا۔صوبائی نظامت کے دوران پرچہ "رابطہ" مستقل ماہانہ بنیاد پر دعوتی تنظیمی اور تربیتی مقاصد کے حصول کے لئے نکلتا رہا۔

جماعت اسلامی سے کیسے متعارف ہوئیں؟

میری 1970ء میں شادی ہوئی۔شوہر 1966ء سے جماعت سے متعارف تھے اور بہت پرجوش کارکن تھے۔جوانی کی عمر تھی۔بچپن سے وہ اور میں نماز، روزہ اور قرآن کے پابند تھے۔ان کے گھر میں نور اور بتول بھی آتے تھے اور جماعتی لائبریری بھی تھی۔مولانا مودودی رح کا تمام لٹریچر موجود تھا۔میرے شوہر حلقہ احباب (سرکاری ملازمین کا حلقہ) سے منسلک تھے۔مجھے بھی بہاولپور میں خواتین کے پروگرام میں لے جاتے۔رسائل اور کتب (ادبی، تاریخی، سیاسی) میں پڑھتی ائی تھی لہذا تمام لائبریری چکے سے پڑھ ڈالی۔میرے شوہر بہت متحمل مزاج، باعمل اور حکمت والے تھے۔انہوں نے زبانی کبھی بھی مجھے جماعت کا تعارف نہیں دیا، میں ان کی عملی تبلیغ کو دیکھ کر اندر سے بدل رہی تھی، اس میں مجھے 16 سال لگے۔پورا لٹریچر پڑھا۔خود سے سبقاً سبقاً نوٹس لے کر تفہیم القرآن، دستور جماعت اسلامی اور دیگر لٹریچر پڑھا اور پھر کشتیاں جلادیں۔الحمدللہ۔

سوال: جماعت اسلامی کی کون سی روایات آپ کو پسند ہیں اور کس روایت کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں؟

جواب: وہ سب روایات جن کو ہم نے اکابرین میں اپنی آنکھوں سے دیکھا، کانوں سے سنا اور کتابوں سے پڑھ کر سینے سے لگایا جب کہ اب ان کے لیے پروگرام رکھے جاتے ہیں مثلاً۔۔۔۔

باہمی محبت: وہ سچی محبت جو چمکتی آنکھوں میں نظر آتی تھی، گفتگو میں ٹپکتی محسوس ہوتی تھی، اثر کرتی تھی اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی تھی۔غیر موجودگی میں دوبارہ ہوجاتی تھی۔خدا کی قسم میں نے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے، میں نے کتابوں سے کردار زندہ ہوتے دیکھے ہیں۔

اخلاص نیت: صاف اور خالص نیت تھی، مداہنت وغیرہ کا نام ونشان نہ تھا۔

خاندان کے افراد کی طرح رہنا، ایک دوسرے کے دکھ سکھ کا خیال رکھنا، مشکل وقت میں کام آنا، ایک دوسرے کے بچوں کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھنا، عزت نفس مجروح نہ ہونے دینا نااہل حکومت کے ساتھ معاملہ کرنا، آرام طلبی سے پرہیز، مہمان نوازی، لٹریچر کا تھیلہ تیار رکھنا، سہولیات کا عادی نہ ہونا تنظیمی اور دفتری کاموں سے بڑھ کر قلبی تعلق بنانا، کسی کے دل میں اتر جانا کہ کوئی نکالے سے نہ نکال سکے، انفرادی ملاقات، تعلق باہمی اعتماد۔۔۔۔ کیا کیا گنواؤں؟؟

اب جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ کس روایت کو برقرار رکھنا چاہتی ہوں تو اصل میں تو ہر روایت، دوسری روایت کا تسلسل ہے لیکن پھر بھی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دفتری اور تنظیمی کاموں اور گفتگوؤں سے بڑھ کر انفرادی تعلق و ربط ضبط، دکھ سکھ سن کر کسی کو دل میں بٹھالیں، کسی کے دل میں اتر جائیں تو خدا کی قسم بہت بڑی کامیابی ہے۔

تنظیمی دوروں کو کس طرح manage کرتی تھیں؟

جواب: ناظمات اور شوریٰ کے اجلاسوں میں ان سے ضرورت، حالات و مسائل پوچھ کر خاکہ بنانا، مقاصد طے کرنا، ٹیم کی نشست میں تقسیم کار کرنا (ہم نے پورے صوبہ کے تین حصے کر کے نگراں مقرر کی تھیں)۔ پروگرام کمیٹی کے ذمہ منصوبہ لگانا، ناظمہ صوبہ اور معاونین کا حتمی پروگرام طے کرنا۔ سال میں ایک دفعہ ناظمہ صوبہ کا ہر جگہ ضلع، ڈویژن کا دورہ کرنا۔

- ☆ دوروں کا عملی انعقاد گرمیوں کی چھٹیوں میں کیا جاتا تھا ہفتہ دو ہفتہ کیلئے گھر سے نکلتے، جس جگہ جاتے وہاں کی نگراں شامل ہو جاتیں روٹ طے کرتے۔ ایک جگہ سے شروع کر کے دوسرے مقامات تک پہنچ جاتے۔ • کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اہم اضلاع میں ناظمہ صوبہ اور نائبین ہوتے اور دوسرے درجے کے اضلاع میں نائبین اپنی مقامی ٹیم اور متعلقہ ناظمات کے ساتھ اس ضرورت کو بحسن وخوبی پورا کر دیتیں۔
- ☆ ناظمہ صوبہ کے دوروں کے موقع پر پورے ڈویژن کے اضلاع کو ایک جگہ اکٹھا کر لیا جاتا۔
- ☆ بعض اوقات اضلاع اور ڈویژن از خود اپنی تربیت گاہیں رکھ کر صوبے کو مدعو کرتے تو یہ بھی دورے کی ضرورت کو پورا کر دیتیں۔
- ☆ بعض اوقات ایمرجنسی میں بھی دورے رکھنے پڑ جاتے۔
- ☆ کسی نئی جگہ پر نئے ضلع میں کام منظم کرنے کے لیے قریبی علاقہ جات میں ہفتہ وار دورے بھی رکھے جاتے جس میں دعوتی و تنظیمی دونوں کام ہوتے۔
- ☆ ہر دورہ کے موقع پر وہاں کی شوریٰ اور ٹیم کے ساتھ لازمی نشست ہوتی۔ ضلع یا ڈویژن کی ناظمہ کے ساتھ خصوصی نشست ہوتی جس میں وہ اپنے مسائل ومشکلات کھل کر بیان کرتیں۔
- ☆ دوروں کے موقع پر گھر میں بچوں کے پاس کسی بزرگ خاتون رکن کو چھوڑا جاتا جو الحمدللہ ہر طرح سے بچوں کا خیال رکھیں اور بچے ان کا۔ بعض اوقات سیاسی اور جماعتی حوالے سے مخالفین کی طرف سے سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑتا لیکن بزرگ خواتین نے بہت خوش اسلوبی سے بچوں کی حفاظت بھی کی اور معاملہ کو بھی سنبھالا۔
- ☆ دوروں کو manage کرتے وقت سب کے بچوں کا خیال رکھا جاتا، مجھے خود اپنی منجھلی بیٹی سعدیہ اکرام کی پلاننگ کو مدنظر رکھنا پڑتا تھا ہم دونوں کا یہ حال تھا کہ بیٹی گھر میں قدم رکھ رہی ہے تو ماں جا رہی ہے اور ماں واپس آ رہی ہے تو بیٹی رخت سفر باندھ رہی ہے۔ ایسے مواقعوں پر میرے شوہر کا تعاون ہمیشہ رہا اور میں بہت اہتمام اور بے فکری سے اپنا کام سرانجام دیتی، کھانا وغیرہ بنا کر رکھ دیا جاتا، ہر فرد اپنا کام خود کرتا یہاں

تک کہ بیٹا بھی یونیورسٹی ہوسٹل سے گھر آتا تو اپنے کپڑے خود ہی دھولیتا۔ اکرام صاحب بھی اپنا سارا کام خود کرنے کے ساتھ میرا اور بچوں کا کام بھی کر دیتے تھے انہیں اس بات کی بہت خوشی تھی کہ میرے اہل وعیال دعوت دین کا کام کر رہے ہیں وہ سراپا اشتیاق ہماری واپسی کے منتظر ہوتے، ایسے میں مشکل سے مشکل کام آسان اور دلچسپ بن جاتے۔

سوال: جماعت اسلامی میں ریکارڈ کو بہت اہمیت دی جاتی ہے آپ اس کا کس طرح اہتمام کرتی تھیں؟

جواب: میں نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی تھی والدین کو ہمیشہ ترتیب وتنظیم، طریقہ اور سلیقہ سے کام کرتے دیکھا تھا والد کی لائبریری، ان کا زمینوں کا حساب کتاب، آمد وخرچ کیش بک، کھاتہ بک، ڈائریاں، لائبریری رجسٹر، ان سب کاموں کے لیے انہوں نے ایک منشی رکھا ہوا تھا لیکن گھر میں ہر کام ہمارے حوالے ہوتا تھا ہم ان تمام ریکارڈ ان کی تنظیم وترتیب اور طریقہ کار سے بخوبی مانوس اور آگاہ تھے۔ لہذا تحریک میں آکر ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی سارا کام بہت آسان اور دلچسپ لگتا تھا جو ذمہ داری بھی آئی اس کے ریکارڈ کو خوبصورت انداز میں رکھا اور بعد میں آنے والوں کے لیے نمونہ چھوڑنے کی کوشش کی۔ ہمارے صوبہ پنجاب کی ریکارڈ کی تقسیم کچھ اس طرح تھی کہ ملتان سے رحیم یار خان، لاہور اور اسلام آباد تک زنجیر بنالی گئی تھی۔ ہمارا مرکزی دفتر ملتان تھا جس میں زیادہ ریکارڈ تھا۔ رحیم یار خان میں بیت المال کا، لاہور میں طباعت واشاعت، اسلام آباد میں صوبائی رپورٹس کا ریکارڈ اور باقی سب فائلیں ملتان میں ہوتی تھیں۔ گھر کا ایک چھوٹا کمرہ دفتر تھا۔ نشر واشاعت کا مرکز بھی اسلام آباد میں تھا۔ ذمہ داران اپنے اپنے مقام پر اپنا ریکارڈ اپ ڈیٹ رکھتے تھے۔ ملتان میں باقی سارے ریکارڈ کی ترتیب وتنظیم کے لیے ہم نے سات افراد کی ایک ٹیم بنائی ہوئی تھی جو مہینہ میں ایک دفعہ آکر سارے ریکارڈ کو ہماری نگرانی میں دیکھتی اور فائلوں میں لگاتی تھی۔ ایک معاون مستقل تھی وہ ہر ہفتہ آتیں اور کام کرتیں۔

دوروں کی کاروائی لکھنا مقامی نائب ناظمہ صوبہ کے ذمے تھا اسی طرح شوری اور ناظمات کے اجلاسوں کی کاروائی کے رجسٹر بھی انہی کی ذمہ داری تھی ریکارڈ بہت زیادہ تھا لیکن ٹیم کی نشست اور دوروں کے موقع پر باہمی جائزہ لیا جاتا تھا، فائلوں پر کور چڑھا کر تزئین وآرائش کر کے نام اور فائل نمبر لگا کر رکھا جاتا، اس کے مطابق فہرست بنائی جاتی، کاپی کروا کر ٹیم میں تقسیم کی جاتی۔ ریکارڈ والی الماری میں چسپاں کی جاتی تاکہ کام کرنے والوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے، ہر فرد اپنا آمد وخرچ کا حساب خود بھی رکھتا اور ناظمہ بیت المال کو دینے کا پابند ہوتا۔ بہت لمبا چوڑا حساب ہوتا تھا جس میں میرے شوہر میرے ساتھ بھرپور تعاون کرتے۔

میں آپ کو یہ بتانا بھی بہت ضروری سمجھتی ہوں کہ کھاریاں بھی ہمارے صوبائی نظم میں شامل تھا، یہ میری بڑی خوش نصیبی تھی کہ مجھے اللہ نے بہت قابل، مضبوط صوبائی ٹیم عطا فرمائی تھی۔ ملتان میں میری نائب رفیعہ فاطمہ صاحبہ، رحیم یار خان میں شمیم عالم گیلانی مرحومہ، لاہور میں گلفرین نواز صاحبہ، کھاریاں ڈاکٹر رخسانہ جبیں صاحبہ، اسلام آباد میں شگفتہ عمر صاحبہ، سکینہ شاہد صاحبہ، اخلاص فاطمہ صاحبہ رہی ہیں۔ ملتان میں نشر واشاعت کے کام میں حسب ضرورت معاونت میں شگفتہ بھٹی صاحبہ کا تعاون بھی حاصل رہا ہے انھوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ ہماری مختلف النوع خصوصی فائلوں کو سجاوٹ کے ساتھ تیار کیا۔ نگرانی اور زیادہ کام اور ہر لحہ کام تو ناظمہ کو خود ہی کرنا ہوتا ہے لیکن میرے تمام کاموں کی معاونت اور حسب منشا انجام دہی اور ترتیب وتنظیم میں میری چھوٹی بیٹی حفصہ اکرام مرحومہ کا بہت کردار ہے۔ حسن طریقہ وسلیقہ اور ریکارڈ کو مثالی بنانا اور رکھنا اور گھر میں ہر لحہ میرے ساتھ کام کرنا اس کا خاصہ تھا۔ اللہ نے اس میں یہ صلاحیتیں وافر مقدار میں عطا فرمائی تھیں، اللہ اس کے حسنات کو قبول کر کے کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین۔

ٹیم کے تمام افراد انتہائی قابلیت اور صلاحیت کے حامل تھے اور میرے ساتھ بھرپور تعاون کرتے تھے۔ اسلام آباد میں صوبائی معاون محترمہ زبیدہ خاتون صاحبہ تھیں۔

ریکارڈ کا کام ساتھ ساتھ مستقل بنیادوں پر جاری رہتا تھا ٹیم کے تمام افراد تقسیم کار کے لحاظ سے کام کر کے ریکارڈ کی کاپیاں صوبائی ناظمہ کے پاس جمع کروا دیتے اور وہ ملتان صوبائی دفتر میں فائلوں میں لگا دی جاتیں۔

آپ آج جماعت اسلامی کو کہاں دیکھتی ہیں ؟

الحمدللہ! میں جماعت اسلامی پاکستان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ پر بہت بلند مقام پر دیکھ رہی ہوں اس کی بہت ساری وجوہات ہیں:

- ☆ جماعت اسلامی کی نظریاتی اساس بہت مضبوط ہے، عقیدہ اور نصب العین کے حوالے سے یہ جماعت قرآن وسنت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق دنیا میں اقامت دین کے قیام ونفاذ کے لیے اخلاص وللٰہیت کے ساتھ زندگی کے ہر میدان میں پورے استقلال اور ایمانی قوت اور اپنے عمل وکردار کی گواہیوں کے ساتھ مصروف جہاد ہے۔
- ☆ یہ وہ جماعت ہے جس نے ہر طبقہ فکر کے سنجیدہ مزاج اور پڑھے لکھے، عقل وخرد رکھنے والے باکردار لوگوں کو اندر سے بدلا ہے۔
- ☆ جماعت اسلامی نے ہر عمر اور صنف کے افراد تک دعوت پہنچائی اور کامیابی سے پہنچائی۔ آنے والوں کی اکثریت یکسو ہے اور تن، من، دھن سے اخلاص نیت کے ساتھ میدان عمل میں مصروف جہاد ہے۔
- ☆ جماعت اسلامی انسانی فطرت کے مطابق بچپن لڑکپن جوانی اور بڑھاپے میں نظر آتی ہے۔
- ☆ یہ بین الاقوامی سطح پر پوری انسانیت کے عموما اور امت مسلمہ کے دلوں میں خصوصا خون کی طرح گردش کر رہی ہے۔
- ☆ زندگی کے ہر شعبے میں اس کا نفوذ ہے، مردوں، عورتوں، نوجوانوں، بچوں اور بچیوں کے مقصد زندگی کو بدلا ہے اور وہ سب بھی اپنے اپنے میدان میں مصروف عمل ہیں.
- ☆ اسلام دشمن طاقتوں، طاغوتی قوتوں اور مداہنت اور منافقت سے کام لینے والے عناصر اور پاکستان دشمن مافیا کے خلاف پہلے دن سے جو جماعت اپنے پورے عمل وکردار سے کھڑی ہے جو صرف جماعت اسلامی ہے۔
- ☆ اس کا کام گراس روٹ لیول تک مضبوط بنیادوں کے ساتھ موجود ہے۔
- ☆ جب بھی کرپٹ مافیا اور جھوٹے پروپیگنڈہ کا غبار چھٹے گا تو جماعت اسلامی کی کامیابی یقینی ہے اور کامیابی صرف یہی نہیں کہ کرسی اقتدار ملے، کامیابی یہ بھی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں بسا جائے، اور دلوں پر حکومت کی جائے۔ اور دو کامیابیوں میں سے ایک کامیابی تو اس کا مقدر ہے یا تو یہ اپنی جدوجہد کے نقطہ کمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گی، ورنہ اللہ کے ہاں تو سرخرو ہوگی۔ ان شااللہ۔
- ☆ جماعت میں انتہائی درجے کے ماہرین دانشور، حکمت سے لبریز بالغ نظر حالات حاضرہ کے بین الاقوامی چیلنجز کا مقابلہ کرنے والے مرد وخواتین موجود ہیں۔
- ☆ جماعت میں شورائیت وجمہوریت ہے، موروثیت نہیں مستقبل اسلام کا ہے۔ ان شاءاللہ جماعت اسلامی مجھے ہراول دستے کی حیثیت سے نظر آرہی ہے۔ یہ ایک تسلسل ہے، تاریخ ہے، ماضی ہے، حال ہے اور مستقبل ہے۔ قوم کی ترجمان ہے، ہر دل کی دھڑکن ہے، یہ قافلہ سخت جان ہے۔

☆ جماعت میں اصلاح وتربیت کا عمل جاری رہتا ہے۔کوئی فرد محاسبہ،تبصرہ،تنقید سے مبرا نہیں۔ ہر طرف چھلنیاں اور دوربینیں لگی ہیں۔اندر باہر فلٹر سٹیشن موجود ہیں یہ ان شاء اللہ اسی طرح کام کرتی رہے گی اور الحمد للہ آج بھی یہ اپنی بے داغ تاریخ کی وجہ سے آسمان دنیا پر کہکشاں کی طرح جگمگا رہی ہے۔

سوال: اپنے ان ساتھیوں کا بھی ہم سے ضرور تذکرہ کریں جو ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن وہ آج بھی آپ کو یاد آتے ہیں؟

جواب: آپ نے جانے والوں کا تذکرہ کر کے میری دکھتی رگ کو چھیڑ دیا یہ میرا ایسا زخم ہے جو ہر وقت رستا رہتا ہے اور میری فکر وعمل کو جلا بخشتا ہے۔ 80 کی دہائی میں، میں جماعت اسلامی کے عملی میدان میں داخل ہوئی تھی۔آپ حیران ہوں گی کہ میری پہلی دوستیاں اپنی ہم عمروں سے نہیں بلکہ بزرگ ہستیوں سے ہوئی تھیں۔ جو مجھ سے پندرہ پندرہ سال بڑی تھیں۔ زمانہ ساز اور زمانہ شناس تھیں۔ میں عمر سے آگے کا سفر کر رہی تھی اور میری یاد رفتگاں میں بھی انھیں کا مقام پہلے نمبر پر ہے۔ ملتان مقام پر بیگم چغتائی،بیگم صدیق قریشی،بیگم فضل الہی،بیگم عبد الخالق،بیگم اعظم،بیگم ظفر،محترمہ صغریٰ فاطمہ،محترمہ مسعودہ بیگم،ڈاکٹر شمائلہ کی نانی کے نام جگمگا رہے ہیں۔ یہ سب نور کے مینارے تھے۔انہوں نے ملتان شہر میں حلقہ خواتین جماعت اسلامی کے کام کی بنیادیں اپنے خون پسینہ سے اٹھائی تھیں۔ان میں تمام بنیادی اسلامی اور قانون دستوری صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔قول وعمل کی مطابقت،حکمت عملی،محبت ونوازش میں یہ ہستیاں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھیں،ساتھیوں کے مسائل کے حل،میزبانی کے خصائل،ماؤں جیسی محبت وشفقت، بچوں کی تربیت میں دلچسپی ان کے خمیر میں گندھی ہوئی تھی۔ یہ تمام ہستیاں دین کی دعوت کا مکمل نمونہ تھیں۔انہوں نے اپنے اخلاق،معاملات اور خانگی زندگیوں کے طرز کو اللہ و رسول کے حکموں کے مطابق ڈھالنے کی کوششیں کی تھیں۔گرمی سردی اور وسائل سے بے نیاز ایک سے زیادہ بچوں کے ساتھ پیدل تانگوں میں سفر کر کے دین کی دعوت کو پورے ملتان میں عام کیا۔کوئی گوشہ نہیں چھوڑا۔خشک اور سنجیدہ نہیں بلکہ زندہ دل لوگ تھے۔میرے جیسے کھلنڈری طبیعت کے لوگ بھی ان کی صحبت میں باشعور بن گئے۔ ہر پہلو سے سیکھا۔ 87ء میں، میں رکن بن گئی۔ جوں جوں دائرہ کار وسیع ہوا،تعلقات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔90ء کی دہائی میں ملتان،بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان کی نیابت ونظامت کے دوران صوبہ اور مرکز کے پروگراموں میں شرکت کا موقع ملا۔پنڈی ڈویژن کی رہنما طاہرہ بارون صاحبہ،حریم ادب کی مرکزی نگراں ام زبیر صاحبہ،رحیم یار خان کی شمیم عالم گیلانی صاحبہ،بنت مجتبیٰ مینا صاحبہ،صفیہ صابر قرنی صاحبہ اور آپا جی فاطمہ سے ربط وضبط پیدا ہوا۔اپنے اپنے میدان کی ماہر شخصیات تھیں۔قول وعمل کی طاقت نے ان کی شخصیات میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ ہر کوئی ان کی محبت میں بیٹھ کر بڑا بن جاتا تھا۔عظیم لوگوں کی یہی تو نشانی ہے کہ گھمبیر مسائل کو وہ آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ان کے پاس سے افراد سیر ہو کر اٹھتے تھے،دوبارہ ملنے کی طلب پیدا ہو جاتی تھی۔ زندگی اور مقصد زندگی سے پیار ہو جاتا تھا۔ یہ ہستیاں حسین منزل کا پتہ دیتی تھیں۔دل دنیا سے زیادہ آخرت کا مشتاق ہو جاتا تھا۔۔ان میں کوئی قیمہ تھیں تو کوئی مرکزی شوری کی رکن کوئی مرکز خواتین کی نگراں اور کوئی مرکزی وصوبائی بیت المال جیسے خشک،ٹھوس اور

مشکل کام کی ذمہ دار، لیکن مجال ہے کبھی تھکاوٹ کے آثار نظر آئے ہوں۔ ان کو دیکھ کر ہم تازہ دم ہو جاتے تھے۔ راتیں، شوق وارفتگی کے عالم میں آنکھوں میں کاٹ لیتے تھے۔ انہوں نے ہماری پوشیدہ اور خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کیا اور ہمیں مقصد زندگی کے ساتھ جڑ کر ان کو استعمال کرنا سکھایا۔ ہماری حوصلہ افزائی کی۔ ہمیں ذرہ سے آفتاب بننے کے گر سکھائے۔ ادنی واعلی کے پیمانے بتائے۔ ہمیں پیارے رب سے جوڑا اور بچوں کی طرح ہمارے سروں پر دست شفقت رکھا۔ ہماری آبیاری کی۔ ہمیں دلیر بنا کر زمانے کے چیلنجز کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ان کی حوصلہ افزائی سے افراد دلیر بنتے گئے۔ بزرگوں کے بعد ہم عمروں سے دوستی ہوئی۔ ان میں سے بھی بہت داغ مفارقت دے گئیں، ملتان میں ام آسیہ، رحیم بی بی، خالدہ، بلقیس، فرزانہ خالد، رخسانہ سلیم، بیگم تیمور، افشاں، روحی، حال ہی میں صالحہ صدیقی، لاہور سے عطیہ راحت، ساجدہ زبیری، ڈاکٹر فوزیہ ناہید، ان کی بھی اب یادیں باقی ہیں۔ ان میں زیادہ کے ساتھ میرے ذاتی روابط تھے۔ باہمی تعاون ومحبت کی مثالیں تھیں۔ بہت زندہ دل اور بیدار مغز، سراپا تحریک، ہر وقت حاضر باش لوگ تھے، ان کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا، منظم زندگیاں گزارنے والے لوگ ہمارے لیے بھی زندگی کے راستے آسان کر گئے ہیں۔ چوبیس گھنٹے اللہ کی غلامی کیسے کرنی ہے؟ کیسے اقامت دین کا فریضہ ہنستے بستے ادا کرنا ہے، ہم نے ان جانے والوں سے سیکھا۔

جان دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو ساتھیو! یہ فرقت کی بہت مختصر داستان ہے، ہر فرد ایک مکمل داستان ہے۔ ان کے لیے کئی کئی کتابیں ناکافی ہیں۔ وہ سب دعوت کا مجسم نمونہ تھے۔ اپنے قول وعمل سے ہمارے لئے نشان راہ چھوڑ گئے ہیں۔ آج ہماری باری اور ذمہ داری ہے۔ انہوں نے نہ صرف تحریک کی بنیادیں رکھیں بلکہ خود بنیاد بنے، جن کے اوپر اب جماعت اسلامی کی کئی منزلہ عمارت مضبوطی سے کھڑی ہے اور ان شاء اللہ تا ابد روشنی کا مینارہ بنی رہے گی۔ اللہ جانے والوں کے حسنات قبول فرمائے اور ہمیں مقصد حیات پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کی توفیق دے۔ مہربان رب ان کو جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور بہترین جگہ پر ان سب سے ہماری ملاقات کروائے۔ آمین ثم آمین۔

محترمہ خالدہ الطاف
رکن جماعت اسلامی ڈسٹرکٹ راولپنڈی

جماعت اسلامی سے کیسے متعارف ہوئیں؟

جواب: جماعت میں شمولیت 1985 میں کراچی میں کی۔ میری نند صفورہ نعیم امریکا سے پاکستان شفٹ ہوئیں تو انہوں نے جماعت

کے کسی حلقہ میں لے کر جانے کا کہا۔ ان کو لے کر میں اے بلاک نارتھ ناظم آباد میں گئی۔ وہاں کی ناظمہ شاہدہ سمیع تھیں۔ میرا ارادہ جماعت میں شامل ہونے کا نہیں تھا، چونکہ ڈرائیونگ کرنے کی وجہ سے باجی کو میں لے کر جاتی تھی اس لئے مجبوراً مجھے بھی وہاں بیٹھنا پڑتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تین ہفتے بعد جب شاہدہ آپا نے کارکن کا فارم پر کرنے کے لئے مجھے بھی دیا تو میں انکار نہ کرسکی اس طرح جماعت میں شامل ہوگئی۔

سوال: جماعت اسلامی کی کون سی روایات آپ کو پسند ہیں اور کس روایت کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں؟

جواب: جماعت کی بہت سی روایات پسند ہیں خصوصاً جس محبت سے جماعت کے لوگ ملتے ہیں وہ بہت اچھا لگتا ہے، اس میں قیمہ، ناظمہ یا کارکن کا فرق نہیں۔ اسی لئے اجتماع ارکان اچھا لگتا ہے۔

سوال: تنظیمی دوروں کو کس طرح manage کرتی تھیں؟

جواب: میرے پاس ہمیشہ بیت المال کی ذمہ داری رہی ہے۔ کراچی میں بھی ایک حلقے کی ناظمہ بیت المال تھی۔ راولپنڈی آکر 1997ء سے یہ ذمہ داری میرے پاس ہے اس لیے تنظیمی دوروں کا موقع نہیں آیا۔ البتہ رپورٹ بنانے کے لیے کئی دفعہ راتوں کی نیند قربان کرنی پڑی کیونکہ رات کو ہی اطمینان سے رپورٹ بنائی جاسکتی تھی۔

آپ آج جماعت اسلامی کو کہاں دیکھتی ہیں؟

جواب: پتہ نہیں اس کا کیا جواب دیا جائے جماعت میں اب وہ ڈسپلن نہیں نظر آتا ہے جو پہلے ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ احساس ذمہ داری بھی کم ہے۔

محترمہ رشید افتخار ایوان

رکن جماعت اسلامی، پی پی 12 ضلع راولپنڈی

آپ جماعت اسلامی سے کیسے متعارف ہوئیں؟

جواب: 1970ء میں شادی ہوئی تو میرے خالو سسر جماعت کے رکن اور کافی متحرک تھے، خالہ ساس بھی جماعت کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتی تھیں۔ اپنے گھر میں درس قرآن کرواتیں۔ علاقے میں خالہ ریحانہ واسطی جماعت کی ذمہ دار تھیں۔ ان کے ہاں ہر منگل کو پروگرام ہوتا تو میں بھی خالہ جان کے ساتھ شریک ہوتی۔ میرے شوہر بھی جماعت اور دین کا کام کرتے تو مجھے بہت اچھا لگتا۔ اس کے بعد میں نے بھی اپنے گھر میں درس قرآن کا آغاز کروایا۔ 2003 میں محترمہ کوثر پروین پی پی 6 راولپنڈی کی ناظمہ بنیں تو وہ ہمارے گھر درس

قرآن کے لئے آتی تھیں۔ انہوں نے اپنے علاقے میں دعوتی وتنظیمی حلقہ قائم کیا۔ اس دوران ناظمہ زون کوثر بہن کا اصرار تھا کہ آپ رکن بن جائیں۔ میں نے کہا کہ میری تعلیم کم ہے لیکن ان کا کہنا تھا کہ آپ عرصہ دراز سے جماعت کا کام کر رہی ہیں اس میں زیادہ تعلیم کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا 10 جنوری 2004 کو میرا رکنیت کا حلف ہوا، میں بہت زیادہ تو کچھ نہ کر سکی لیکن اپنی بیٹیوں، بہوؤں اور فیملی کی خواتین کو اس جانب متوجہ کرتی رہتی ہوں۔ حلقے میں فاطمہ فرخ بہن اور نجمہ حنیف بہن کے علاوہ دیگر خواتین کے ساتھ مل کر کام کیا۔ بلدیاتی انتخابات کے دوران بھی ہم نے کام کیا۔ میری تمام فیملی الحمداللہ جماعت سے وابستہ ہے پانچ بیٹے ارکان جماعت ہیں اور ان کی جماعت میں صوبے، زون اور مقامی سطح پر ذمہ داریاں ہیں۔ ایک بہو رکن جماعت ہے اور سابقہ سیشن میں زون پی پی 12 راولپنڈی کی ناظمہ تھیں۔ دوسری بہو امیدوار رکن ہے جبکہ ایک بہو بیرون ملک جماعت اسلامی جاپان کی رکن جماعت ہیں۔ شوہر دو بار الیکشن لڑے اور وفات سے قبل امیر ٹاؤن اور ضلعی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔

سوال: جماعت اسلامی کی کون سی روایات آپ کو پسند ہیں اور کس روایت کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں؟

جواب: جماعت اسلامی کا دعوتی، تربیتی اور تنظیمی نظام بہت اچھا ہے اس کے ذریعے جو سرگرمیاں ہوتی ہیں ان سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے جو ہماری روح کی غذا کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اہل خانہ کا اجتماع اور فیملی تفریحی پروگرامات جماعت کی شاندار روایت ہے ان کے ذریعہ فیملی میں جماعت کا کام پھیلتا ہے۔ رکنیت کے لئے نصاب اور دیگر معیار بہت اہم ہیں اسے جاری رہنا چاہیے لیکن اس میں کچھ سہولت دی جائے تو حلقہ خواتین میں ارکان جماعت کی تعداد زیادہ ہو کر تنظیم کی مضبوطی کا باعث بنے گی۔

سوال: تنظیمی دوروں کو کس طرح manage کرتی تھیں؟

جواب: میری تو کوئی اہم ذمہ داری نہیں رہی، مقامی سطح پر ہی زیادہ کام کیا۔ بعض اوقات ضلع راولپنڈی کے دیہاتی علاقوں میں ذمہ داران کے ساتھ دوروں کے لئے جانا ہوتا تھا۔ اس لئے جب میری بہو زونل ناظمہ تھیں تو تنظیمی دورے کے لئے جانا ہوتا تھا لیکن اس میں کبھی مشکل نہیں ہوئی کیونکہ تحریکی گھرانہ تھا کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی اور ہر طرح کا تعاون میسر ہوتا تھا۔

آپ آج جماعت اسلامی کو کہاں دیکھتی ہیں؟

جواب: جماعت اسلامی کی کامیابیوں کی طویل داستان ہے۔ اسلامی آئین کا بننا جماعت کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔ جس وقت بھی اللہ سے ڈرنے والے افراد حکمرانی پر فائز ہوئے اور آئین پاکستان پر عمل ہوا تو پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہو جائے گا۔ جب بھی کوئی اسلام مخالف تحریک چلی جماعت اس کے سامنے دیوار بنی، یہی وجہ ہے کہ ملک کے سیکولر طبقات اب تک یہاں لادین نظام کو نافذ نہیں کر سکے۔ کشمیر کاز کے بعد فلسطین کاز کے لئے جس انداز میں جماعت اسلامی ان مظلوم مسلمانوں کی پشت پر کھڑی ہوئی اس سے جہاں ان مسلمانوں کو حوصلہ ملا وہیں پاکستانی عوام کی جانب سے بھی ان اقدامات کو سراہا گیا۔

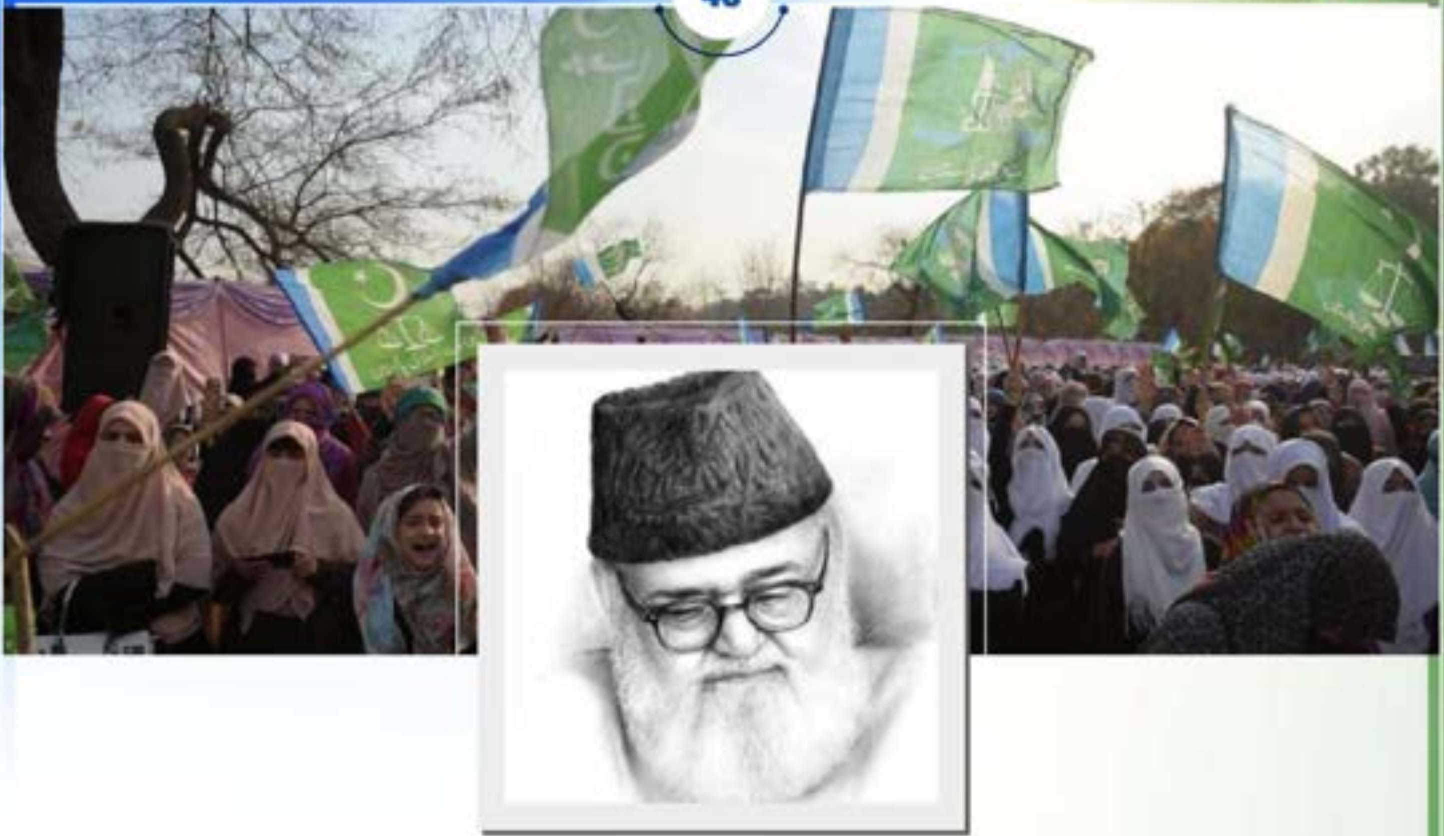

جماعت اسلامی کا قیام مولانا مودودی کی زبانی

شاہنواز فاروقی

جماعت اسلامی کے بارے میں اب ''پرائے'' ہی نہیں ''اپنے'' بھی یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ جماعت اسلامی دوسری سیاسی اور مذہبی جماعتوں کی طرح کی پارٹی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے قیام کا پس منظر، محرک اور نصب العین اتنا مختلف ہے کہ اسے کسی دوسری جماعت کی طرح سمجھنا جہالت بھی ہے اور حماقت بھی۔ عام طور پر جماعتوں کے قیام کے محرکات کو تاریخ میں تلاش کیا جاتا ہے، مگر اتفاق سے مفکرِ اسلام اور جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودیؒ کی ایک ایسی تقریر موجود ہے جس میں مولانا نے جماعت اسلامی کے قیام کے اسباب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مولانا کی اس تقریر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ مولانا نے اس تقریر میں کہا ہے کہ میں نے آج تک کہیں یہ بات بیان نہیں کی کہ میں نے جماعت اسلامی کیوں قائم کی۔ مولانا نے لکھا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں اور کسی کو معلوم ہی نہ ہو سکے کہ جماعت اسلامی کیوں قائم کی گئی۔ چنانچہ مولانا نے 26 اگست 1946ء کے روز

جماعت اسلامی کے یوم تاسیس کے موقع پر ایک تقریر کی، جو بعدازاں ''جماعت اسلامی کے 29 سال'' کے عنوان کے تحت ایک کتابچے کی صورت میں شائع ہوئی۔ یہ تقریر اور کتابچہ جماعت اسلامی کے حوالے سے ایک قیمتی دستاویز ہے، اس لیے کہ اس تقریر اور کتابچے میں جماعت اسلامی کے بانی نے خود جماعت اسلامی کے قیام کے محرکات پر کلام کیا ہے۔

مولانا مودودیؒ نے سب سے پہلے اُس ماحول پر روشنی ڈالی ہے جس میں مولانا نے شعور کی آنکھ کھولی۔ مولانا کے بقول تحریکِ خلافت کے وقت ان کی عمر سولہ سترہ سال تھی، اور دوسرے مسلمانوں کی طرح وہ بھی تحریکِ خلافت سے متاثر تھے، مگر مولانا کو اس کم عمری میں بھی ترکی کی قیادت کے دو نقائص صاف نظر آرہے تھے۔ ترکی کی قیادت کا ایک نقص اس کی قوم پرستی تھا، اور دوسرا نقص مغرب سے سیکھی ہوئی لادینیت یا سیکولرازم۔ چنانچہ خلافت تحریک کے پُرجوش حامی ہونے کے باوجود مولانا کو اندیشہ تھا کہ کہیں ترکی کی قیادت خود خلافت کا خاتمہ نہ کردے۔ بدقسمتی سے مولانا کا یہ اندیشہ بعدازاں درست ثابت ہوا۔ مولانا کی نوجوانی کا دوسرا اہم واقعہ جلیانوالہ باغ کا سانحہ تھا۔ اس سانحے نے پورے ہندوستان کی سیاسی فضا کو بھی متاثر کیا اور برصغیر میں آزادی کے جذبے کو بھی پروان چڑھایا۔

مولانا کے عہدِ جوانی میں ہندو مسلم اتحاد کا غلغلہ بھی بلند ہو رہا تھا اور بعض مذہبی رہنما بھی ''ایک قومی نظریے'' کے فروغ میں کردار ادا کر رہے تھے، مگر مولانا کا علم اور فہم انہیں بتا رہا تھا کہ مسلمان ہر اعتبار سے ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ مولانا کے بقول چونکہ انگریز خود ایک قوم تھے اس لیے انہوں نے اپنے تجربے اور پس منظر کو ہندوستان پر منطبق کرکے یہ نتیجہ اخذ کیا ہوا تھا کہ ہندوستان بھی ایک قوم کا ملک ہے، اُن کا خیال تھا کہ اگر مسلمانوں کے کچھ تحفظات ہیں بھی تو مسلمانوں کے مفادات کو آئینی تحفظ مہیا کرکے مسلمانوں کو مطمئن کیا جاسکتا ہے۔ تاہم مولانا کا خیال تھا کہ جس دن ہندوستان میں اقتدار ہندوؤں کے ہاتھ میں آئے گا مسلمانوں کو مہیا ہونے والے نام نہاد آئینی تحفظات کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوگی، اور مسلمان عملاً انگریزوں کے بعد ہندوؤں کے غلام بن جائیں گے۔

مولانا مسلمانوں کے ''جوہر'' سے آشنا تھے اور اُنیس بیس سال کی عمر میں بھی ان کا خیال تھا کہ مسلمان ایک ''مشنری قوم'' ہیں، چنانچہ مسلمانوں کا قول اور عمل ایک ہونا چاہیے۔ تاہم مولانا دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت اچھی نہیں ہے۔ دوسری اقوام جھوٹ بولتی ہیں اور مسلمان بھی اس برائی میں مبتلا ہیں۔ دوسری اقوام بددیانت اور بدکار ہیں اور مسلمانوں میں بھی بددیانتی اور بدکاری موجود ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کو یہ جرأت ہو رہی تھی کہ وہ شدھی کی تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو بنا رہے تھے۔ شدھی تحریک کا بانی شردھانند نام کا ایک شخص تھا۔ مسلمانوں کی کمزوری، اور فہم کے نقص کا یہ عالم تھا کہ بعض مسلمان اسے دہلی کی جامع مسجد میں لے گئے اور اُس مقام پر کھڑا کردیا جہاں سے مؤذن اذان دیتا تھا۔ شردھانند کی اسلام دشمنی کی وجہ سے اسے قتل کردیا گیا، جس کے بعد گاندھی نے کہا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ یہی وہ وقت تھا جب مولانا محمد علی جوہر نے دہلی کی جامع مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے مسلمانوں سے کہا کہ کیا تم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اسلام کے تصورِ جہاد کو دلائل کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرے! اس کے بعد مولانا نے ''الجہاد فی الاسلام'' پر کام شروع

کر کے اسے مکمل کیا۔

مولانا کے بقول اس زمانے کے مسلمانوں میں چار بڑے عیب تھے۔ایک عیب یہ تھا کہ مسلمان مغربی تہذیب کی پیروی کررہے تھے۔وہ انگریزی لباس زیب تن کررہے تھے اور اردو اور ترکی کے رسم الخط کو بدل کر رومن رسم الخط اختیار کرنا چاہتے تھے۔ہندوستان میں یہ کام نہ ہوسکا مگر ترکی میں رسم الخط تبدیل ہوا۔مسلمانوں کا ایک اور عیب یہ تھا کہ ان میں مختلف علوم وفنون بالخصوص ادب کے ذریعے الحاد پھیلایا جارہا تھا۔برصغیر میں 1936ء میں ترقی پسند تحریک شروع ہوچکی تھی۔اس تحریک کا اثر پورے برصغیر کے شاعروں اور ادیبوں پر تھا۔اس تحریک کے ہاتھ میں الحاد،سوشلزم اور مغربی تہذیب کے پرچم تھے۔اس پرطرہ یہ تھا کہ کیمونسٹ تحریک بھی پورے برصغیر میں برپا ہوگئی۔مولانا کے بقول مسلمانوں کا ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ ان میں دو تعلیمی نظام موجود تھے۔ایک طرف جدید تعلیمی نظام تھا جس کا دین اور اس کے تصور سے کوئی تعلق نہ تھا،چنانچہ اس نظام سے فارغ ہونے والے لوگ دنیا کو تو تھوڑا بہت سمجھتے تھے،مگر ان کے شعور پر اسلام کا کوئی اثر نہ تھا۔دوسری طرف مدارس کا نظام تھا۔اس نظام سے فارغ التحصیل ہونے والے دینی علوم کو تو جانتے تھے مگر جدید علوم اور دنیا کے تقاضوں سے آگاہ نہیں تھے۔

ان حالات میں گاندھی نے مسلمانوں سے مخاطب ہوکر ایک اہم بیان دے دیا۔انہوں نے فرمایا:ہم آزادی کی جدوجہد کریں گے مسلمانوں کے ساتھ،مسلمانوں کے بغیر،بلکہ ان کی مزاحمت کے باوجود۔گاندھی کے اس بیان نے مولانا کے اس اندیشے کو درست ثابت کردیا کہ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ ایک ڈھکوسلا ہے،اور مسلمانوں کو اپنے حال اور مستقبل کے تحفظ کے لیے کانگریس سے قطع نظر کرتے ہوئے کچھ اور سوچنا ہوگا۔

اس عرصے میں مولانا نے حیدرآباد دکن میں قیام کیا۔مولانا کے بقول وہ ریل گاڑی سے سفر کررہے تھے اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ریل میں موجود بعض مسلمان ہندو مسافروں کے ساتھ اس طرح بات کررہے تھے جیسے ہندو آقا ہوں اور مسلمان ان کے غلام۔حیدرآباد دکن کی پوری ریاست مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی،اور وہ برصغیر کے مسلمانوں کا مان اور سہارا تھی،مگر حیدرآباد دکن کی صرف 15 فیصد آبادی مسلمان تھی اور 85 فیصد آبادی ہندوؤں پر مشتمل تھی۔چنانچہ مولانا نے سوچا کہ جب آزادی کی تحریک کا سیلاب حیدرآباد پہنچے گا تو حیدرآباد میں مسلمانوں کی حکمرانی بھی اس سیلاب میں بہہ جائے گی۔

اس فضا میں مولانا نے 1932ء میں ترجمان القرآن کا اجرا کیا،اور اس کے دو بڑے مقاصد طے کیے۔ایک یہ کہ اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر پیش کیا جائے،دوسرا یہ کہ مغرب کی تنقید کے ذریعے مسلمانوں کی مغرب زدگی کا علاج کیا جائے۔

اس فضا میں مولانا نے 1932ء میں ترجمان القرآن کا اجرا کیا،اور اس کے دو بڑے مقاصد طے کیے۔ایک یہ کہ اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر پیش کیا جائے،دوسرا یہ کہ مغرب کی تنقید کے ذریعے مسلمانوں کی

مغرب زدگی کا علاج کیا جائے۔ ایسا کرتے ہوئے مولانا انبیا، مرسلین اور مجددین کی سنت کا اتباع کر رہے تھے۔ ایک جانب وہ حق کو مکمل ضابطہ حیات ثابت کر کے حق کی اہمیت اور فضیلت کو عیاں کر رہے تھے، دوسری جانب وہ مغرب کی تنقید کے ذریعے مسلمانوں کو ''مغربیت'' سے نجات دلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ دراصل مسلمانوں کے Colonized ذہن کو De-colonized کرنے کا عمل تھا، اور اس کام کی اہمیت دو ستونوں میں سے ایک ستون کی ہے۔

ہندوؤں کو جیسے جیسے یقین ہو رہا تھا کہ ہندوستان کا اقتدار مستقبل میں انہی کے پاس ہوگا ویسے ویسے ان کی جرأت بڑھتی جارہی تھی، اور اب انہوں نے مسلمانوں کی جماعت سے بات کرنے کے بجائے براہِ راست مسلمانوں سے بات کر کے انہیں ''ایک قومیت'' کے جال میں پھانسنے کی کوششیں شروع کیں۔ چنانچہ مولانا نے دو قومی نظریے کی حمایت میں قلمی جہاد شروع کر دیا۔ مولانا کے اس قلمی جہاد سے مسلم لیگ نے بھی بڑے پیمانے پر استفادہ کیا، اور ایک وقت وہ آیا جب مولانا کو یقین ہو گیا کہ اب مسلمان ایک قومیت کے جال میں ہرگز نہیں پھنسیں گے۔ مگر ایک مسئلہ اور بھی تھا۔

مولانا کا فہمِ دین انہیں بتا رہا تھا کہ مسلمان ایک مشنری قوم ہیں تو ان کی حکومت کو بھی مشنری ہونا چاہیے، مگر مولانا دیکھ رہے تھے کہ مسلم لیگ کی قیادت اس سلسلے میں کفایت کرتی نظر نہیں آرہی۔ مولانا کا خیال تھا کہ پاکستان بن بھی گیا تو مسلم لیگ پاکستان میں ''قومی حکومت'' قائم کرے گی، ''اسلامی حکومت'' نہیں۔

مولانا کے بقول یہ تھا وہ تاریخی پس منظر اور حالات، جس میں انہوں نے بالآخر جماعت اسلامی کے قیام کا فیصلہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جماعت اسلامی کوئی ''حادثاتی'' یا ''مفاداتی'' گروہ نہیں ہے۔ مولانا نے جماعت اسلامی قائم کی تو اس کا نصب العین بھی واضح کیا۔

جماعت اسلامی کا نصب العین اللہ کے کلمے کو بلند اور غالب کرنا تھا، اور ہے۔ دوسری جانب اسے ہر شعبہ حیات میں اسلامی نظام کے مثالی نمونے مہیا کرنے تھے، اور ہیں۔

مولانا نے جماعت اسلامی کے ارا کین اور کارکنوں کے لیے معیارِ مطلوب کے باب میں یہ بات کہی کہ ان میں مندرجہ ذیل خوبیاں ہونی چاہئیں:

- انہیں عقائد میں پختہ ہونا چاہیے۔ اسلام اپنے کسی مطالبے یا تقاضے کی دلیل مہیا کرنے کے خلاف نہیں ہے، مگر مولانا چاہتے تھے کہ جماعت اسلامی کے وابستگان کے عقائد اتنے مضبوط ہوں کہ ان کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات بجائے خود کافی ہوں۔
- مولانا چاہتے تھے کہ جماعت اسلامی کے وابستگان سیرت و کردار میں قابلِ بھروسا ہوں۔ انہوں نے تحریکِ خلافت کی مثال دی ہے۔ اس تحریک میں برصغیر کے مسلمانوں نے بڑا سرمایہ صرف کیا مگر مولانا کے بقول مالی خورد برد کے واقعات ہوئے جس سے

تحریک کی ساتھ کونقصان پہنچا۔

- مولانا کومعلوم تھا کہ جماعت اسلامی کے نظم وضبط کواختیار کرنا معاشرے کے تمام طبقات اورافراد کے لیے آسان نہ ہوگا، چنانچہ انہوں نے متفق کے تصور کوپیش کیا۔
- مولانا کا تصور یہ تھا کہ جماعت اسلامی کوقدیم وجدید کا امتزاج ہونا چاہیے۔یعنی جماعت اسلامی میں دین کا فہم رکھنے والے بھی شامل ہوں اورجدید دنیا اوراس کے تقاضوں کوسمجھنے والے بھی موجود ہوں، تا کہ جماعت کا اجتماعی ذہن ''دوئی'' کا شکار نہ ہو۔
- مولانا کا خیال تھا کہ جماعت کوتمام مسالک اورمکاتبِ فکر کا نمائندہ ہونا چاہیے تا کہ پوری قوم اورملت کوایک پلیٹ فارم پرجمع کیا جاسکے۔انہوں نے فرمایا کہ جماعت میں کوئی بھی آسکتا ہے مگرہم اسے جماعت میں اپنے مسلک کو''امت'' بنانے کی اجازت نہیں دیں گے۔اس کے سوااس پر جماعت میں کوئی بھی پابندی نہیں ہوگی۔
- مولانا کے مطابق جماعت میں تزکیہ نفس بہت ضروری ہے،اس کے بغیرکوئی مسلمان داعی کا کردارادانہیں کرسکتا۔مگرمولانا نے تزکیہ نفس کے جس طریقے کی نشاندہی کی ہے وہ تزکیہ نفس کا روایتی طریقہ نہیں ہے۔مولانا کا تزکیہ نفس کا تصور پانچ نکات پر مشتمل ہے:

(الف) جماعت کے وابستگان گالیاں کھا کرگالیاں نہ دیں بلکہ صبر سے کام لیں۔

(ب) جھوٹے الزام کے جواب میں جھوٹا الزام نہ لگائیں،یعنی صداقت پرست بنیں۔

(ج) کوئی لالچ آپ کوسیدھی راہ سے نہ ہٹا سکے۔نہ مال کا لالچ، نہ عہدے اورمنصب کا لالچ، نہ شہرت کی تمنا۔

(د) دین کے غلبے کی جدوجہد میں جماعت کے وابستگان ہرنقصان اٹھانے کے لیے تیار رہیں۔

(ہ) کسی بھی طاقت سے خوف زدہ ہوکراپنا کام ترک نہ کریں۔اپناراستہ نہ چھوڑیں۔

ان نکات کی اہمیت یہ ہے کہ مولانا کی زندگی تزکیہ نفس کا بہترین نمونہ تھی۔انہیں ہرطرف سے گالیاں پڑیں مگرانہوں نے کبھی پلٹ کرکسی کو گالی نہ دی۔ان پرجھوٹے الزامات کی بارش کی گئی مگرمولانا نے خودکسی پرجھوٹا الزام نہ لگایا۔مولانا کوکبھی کسی لالچ کے نرغے میں آتے نہ دیکھا گیااس سے بھی سوا یہ کہ مولانا کسی نقصان سے گھبرائے، نہ کسی طاقت سے ڈرے۔نہ کسی جماعت سے ڈرے، نہ کسی اسٹیبلشمنٹ سے ڈرے۔نہ کسی یورپ سے خوف زدہ ہوئے، نہ کسی امریکہ اورسوویت یونین سے انہوں نے خوف محسوس کیا۔اقبال نے کہا ہے:

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

مولانا نے زیر بحث کتابچے میں جماعت اسلامی کے تین اوصاف کو خاص طور پر نمایاں کیا ہے:

- مولانا نے فرمایا ہے کہ جماعت اسلامی "تقریروں" سے نمودار ہونے والی جماعت نہیں، بلکہ جماعت اسلامی کی بنیاد لٹریچر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لٹریچر جماعت ہے اور جماعت اسلامی لٹریچر ہے۔ لٹریچر علم کی علامت ہے، لٹریچر دلیل کی علامت ہے، لٹریچر شعور کی علامت ہے، حق کے شعور کی علامت۔ باطل کے شعور کی علامت۔ چنانچہ جماعت اسلامی کی زندگی لٹریچر پڑھنے، نیا لٹریچر تخلیق کرنے اور لٹریچر کو معاشرے میں پھیلانے کے اندر ہے۔ یہ وہ پیمانہ ہے جس پر جماعت کے ماضی، حال اور مستقبل کو پرکھا جائے گا۔ پرکھا جانا چاہیے۔
- مولانا نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ کارکن کا اخلاص اور خدمتِ خلق جماعت اسلامی کا تشخص بھی ہے اور اس کا اثاثہ بھی۔
- مولانا نے فرمایا ہے کہ جماعت اسلامی کے تشخص کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہ باطل کی مزاحمت کرنے والی جماعت ہے۔ باطل کی مزاحمت انبیاء و مرسلین اور مجددین کی سنت ہے۔ چنانچہ جماعت اسلامی کی جانب سے باطل کی مزاحمت "ضروری" نہیں "ناگزیر" ہے۔ باطل کی مزاحمت کا ایک پہلو فکری ہے، ایک پہلو نظام کی تخلیق ہے، یہاں ایک پہلو عملی مزاحمت کا بھی ہے۔ مولانا جب تک زندہ رہے وہ ان تینوں محاذوں پر خود بھی لڑتے رہے اور جماعت کو بھی ان تینوں محاذوں پر صف آرا رکھا۔ یہ جماعت اسلامی اور اس کی برادر تنظیموں کی وہ خوبی اور وہ وصف ہے جس میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ باطل کی مزاحمت بھی جماعت اسلامی کے ماضی، حال اور مستقبل کے تجزیے کا ایک پیمانہ ہے۔

مولانا نے زیر بحث کتابچے میں بتایا ہے کہ ایک اجتماع میں جماعت اسلامی کے "نئے ارکین" نے مولانا مودودی یعنی جماعت اسلامی پر کھلی تنقید ہوتے دیکھی تو وہ پریشان ہوئے لیکن مولانا نے بتایا کہ امیر جماعت اسلامی پر تنقید جماعت کو صحت مند طریقے سے چلانے کا ایک طریقہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی کے امیر کا فرض ہے کہ وہ ارکین کو مطمئن کرے یا پھر ارکین امیر جماعت اسلامی کو قائل کرلیں۔ یہ ہے اسلام کے تصورِ شورائیت کی اصل روح۔ اس سلسلے میں مولانا نے دوسری بات یہ کہی کہ جماعت کے فیصلے "کثرتِ رائے" کے بجائے "اتفاقِ رائے" سے ہوں تو اچھا ہے۔ اس اصول میں بھی اسلام کی روح پوری طرح کارفرما ہے۔

مولانا نے اپنی تقریر میں تین پیش گوئیاں بھی فرمائی تھیں۔ ان میں سے دو درست اور ایک غلط ثابت ہوئی۔ مولانا کی پہلی پیش گوئی یہ تھی کہ کانگریس دو ٹانگوں پر کھڑی ہے۔ ایک ٹانگ ہے مسلمانوں کی دشمنی، اور دوسری ٹانگ ہے آزادی۔ مولانا کا خیال تھا کہ ہندوستان کو آزادی مل گئی تو کانگریس کی صرف ایک ٹانگ باقی رہ جائے گی۔ مسلم دشمنی۔ یہی ہوا۔ مولانا کی دوسری پیش گوئی یہ تھی کہ ہندوستان میں اردو ختم ہوجائے گی۔ اردو ختم تو نہیں ہوئی مگر خاتمے کی طرف جا ضرور رہی ہے۔ مولانا کی تیسری پیش گوئی یہ تھی کہ ہندو قوم پرستی، داخلی تضادات کا شکار ہوکر ختم ہوجائے گی۔ مولانا کی یہ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی۔ ہندو قوم پرستی قوی سے قوی تر ہوتی چلی گئی اور

مستقبل قریب میں بھی اس کے خاتمے کا کوئی امکان نہیں۔

مولانا نے اپنی تقریر میں صاف کہا ہے کہ پاکستان کے حکمران طبقے نے پاکستان کو اسلامی بنانے سے شعوری طور پر گریز کیا۔ مولانا کے بقول قراردادِ مقاصد کو 1947ء ہی میں منظور ہوجانا چاہیے تھا مگر مسلم لیگی 1947ء میں کہہ رہے تھے کہ اگر حدود کے قوانین نافذ کیے گئے تو 95 فیصد پاکستانیوں کے ہاتھ کٹ جائیں گے۔ مولانا کے بقول یہ بات کہنے والے دراصل یہ فرمارہے تھے کہ پاکستان کے 95 فیصد عوام چور ہیں۔ قراردادِ مقاصد 1949ء میں منظور ہوئی، مگر مولانا کے بقول اس کا مقصد عوام کا منہ بند کرنا تھا، ورنہ قراردادِ مقاصد ایک ایسی بارش تھی جس سے پہلے نہ کوئی گھٹا اٹھی، نہ اس کے بعد کوئی روئیدگی پیدا ہوئی۔ مولانا کے تجزیے کے مطابق ختمِ نبوت کی تحریک مطالبہ اسلامی کو روکنے کی ایک کوشش تھی۔ مولانا کے بقول انہوں نے ختمِ نبوت کی تحریک کے رہنماؤں کو بہت سمجھایا کہ اسلامی دستور بن رہا ہے، چنانچہ آپ کچھ دن کے لیے اپنی تحریک مؤخر کردیں۔ مگر ایسا نہ ہوسکا، اور ختمِ نبوت کی تحریک کے دوران پیدا ہونے والے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لاہور میں مارشل لا لگادیا گیا۔ خواجہ ناظم الدین کو برطرف کردیا گیا۔

مولانا کا ذہن پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالے سے واضح تھا۔
چنانچہ انہوں نے 1948ء میں لاہور کے ایک کالج میں تقریر کرتے ہوئے چار نکاتی مطالبہ پیش کیا:

(1) مولانا نے مطالبہ کیا کہ آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا جائے۔

(2) حکومت اللہ کی قائم کردہ حدود میں کام کرے۔

(3) انگریزی دور کے وہ قوانین منسوخ کردیے جائیں جو خلافِ شریعت ہوں۔

(4) نئے قوانین اسلام کے مطابق بنائے جائیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد کے ابتدائی زمانے میں اگرچہ جماعت اسلامی آج کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی جماعت تھی، مگر مولانا اور جماعت کی آواز اتنی مؤثر تھی کہ مولانا کو بار بار جیل بھیجا جارہا تھا، یہاں تک کہ انہیں سزائے موت سنادی گئی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا اور ان کی جماعت حکمرانوں کے لیے کتنا بڑا دردِ سر تھے۔ اس منظرنامے میں مولانا کے خلاف ایک سازش کی گئی۔ ایک سرکاری اہلکار مولانا کے پاس آیا اور تنہائی میں ملاقات کا خواہش مند ہوا۔ ملاقات میں اُس نے مولانا سے پوچھا کہ آپ جہادِ کشمیر میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟ مولانا نے کہا کہ جس قوم سے حکومت پاکستان نہ لڑرہی ہو اس سے افراد کیسے لڑسکتے ہیں! اس شخص نے اگلے دن پریس سے جاکر کہہ دیا کہ مولانا مودودی جہادِ کشمیر کے خلاف ہیں۔ مولانا نے ریڈیو پر آکر اپنے مؤقف کی وضاحت کرنی چاہی مگر انہیں اس کا موقع ہی نہ دیا گیا۔ مولانا کے بقول 1949ء سے 1967ء تک جماعت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا مہم جاری رہی۔ علما کا ایک گروہ بھی مولانا

اور جماعت اسلامی پر حملے کرتا رہا، اور 1970ء تک پروپیگنڈے کی شدت بڑھتی رہی۔ اس عرصے میں 1963ء کا اجتماع آیا اور اس موقع پر جماعت کو ختم کرنے کی سازش کی گئی۔ جماعت کو ایک تنگ جگہ پر اجتماع کے لیے مجبور کیا گیا۔ جماعت کو لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہ دی گئی، اور بالآخر اجتماع پر غنڈوں کو چھوڑ دیا گیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ مزاحمت ہو تو جماعت پر پابندی کی راہ ہموار کی جائے۔ اجتماع میں مولانا پر فائرنگ کی گئی۔ اس موقع پر کسی نے مولانا سے کہا کہ آپ بیٹھ جائیے۔ اس کے جواب میں مولانا نے تاریخی فقرہ کہا۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں بیٹھ گیا تو پھر کھڑا کون رہے گا۔ حکومتِ وقت کی سازش ناکام ہوگئی مگر 1964ء میں جماعت اسلامی پر پابندی لگادی گئی۔

تحریکوں کے بانی تحریکوں کے لیے آئینے کی طرح ہوتے ہیں۔

مولانا مودودیؒ کی شخصیت اور ان کی فکر جماعت اسلامی کے لیے آئینہ ہے۔

اس آئینے میں دیکھ کر جماعت اسلامی کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کے خدوخال کیسے ہیں؟

غزل

ڈاکٹر عزیزہ انجم

بھلے ہیں لوگ مگر مسکرا کے دیکھیں تو
بس اک چراغ محبت جلا کے دیکھیں تو

قریب جا کے گلے سے لگا کے دیکھیں تو
جو ٹوٹ جاتے ہیں رشتے بنا کے دیکھیں تو

زمیں کی وسعتیں کتنی ہیں جا کے دیکھیں تو
نئے نگر نئی دنیا بسا کے دیکھیں تو

کدورتوں کو دلوں سے ہٹا کے دیکھیں تو
کبھی خلوص کا زمزم بہا کے دیکھیں تو

فصیل شہر ستاروں سے جگمگاتی ہے
جو مدتوں سے نہیں آئے آ کے دیکھیں تو

بس ایک شوق ہی کافی ہے خوف اتنا کیوں
کہ خواب ٹوٹ نہ جائیں سجا کے دیکھیں تو

یہ سوز و ساز دروں یہ دعائے آخر شب
متاع زیست ہے خود کو جگا کے دیکھیں تو

غزل

صائمہ اسماء

جبین وقت پہ ایسے رقم رہے کچھ لوگ
مقابل ایک زمانے کے جم رہے کچھ لوگ

اثر میں ان کی مساعی بہ شرق و غرب رہی
عدد میں گرچہ یقیں سے بھی کم رہے کچھ لوگ

یہ ہے خدا کی مشیت کہ ہر زمانے میں
جہاں میں جادہ حق کو بہم رہے کچھ لوگ

یہ میرے عہد کے ابلیس کو خبر کر دو
ہر ایک دور میں ثابت قدم رہے کچھ لوگ

پکارنے پہ وہ پھوٹے ہیں کونپلوں کی طرح
اسی زمین میں کہنے کو ضم رہے کچھ لوگ

بغاوتوں کی حدیں جس زمیں پہ ٹوٹ گئیں
وہیں پہ کشتۂ فکر لم رہے کچھ لوگ

اسیر بادہ لطف و کرم رہے سب ہی
شکار خنجر عہد ستم رہے کچھ لوگ

زوال جرات کردار کے زمانے میں
پیام شاہ امم کا بھرم رہے کچھ لوگ

غزل

شازیہ فخری سحر

کیا ہے رب سے جو وعدہ وہ نبھانا ہوگا
خدا کی راہ میں اس جاں کو کھپانا ہوگا
مسلمان عادل و منصف ہیں دہشت گرد نہیں
اپنے ہر عمل سے دنیا کو بتانا ہوگا
عاشقی رب کی، جس عاشق کے رگ و پے میں ہو
اسی کے پاؤں تلے اب یہ زمانہ ہوگا
لاکھ یہ کرلیں جتن ڈوبنا ہے قسمت میں
آئینہ وقت کے خداؤں کو دکھانا ہوگا
یہ ضروری تو نہیں ہو جائے ہر خواہش پوری
دل مضطر کو سحر سچ یہ بتانا ہوگا

غزل

روبینہ فرید

ہم دل میں روشن خوابوں کی تعبیر کو پا کر دم لیں گے
ہم راہ وفا کے رہرو ہیں منزل پہ جا کر دم لیں گے
کانٹوں نے اگر دامن تھاما، دامن ہی جدا کر ڈالیں گے
منزل کی طلب میں تن من دھن سب کچھ ہی لٹا کر دم لیں گے
اس گلشن کی ویرانی پہ آنکھیں نم ہیں دل غمگیں ہے
ہم خون رگ جاں دے کر بھی گلشن کو سجا کر دم لیں گے
ہم کل بھی تھے اور آج بھی ہیں اور کل بھی دنیا دیکھے گی
تاریخ کے ہر عنوان میں ہم خود کو منوا کر دم لیں گے
ظالم کے ظلم سے ڈر جانا ہم نے تو کبھی سیکھا ہی نہیں
سولی پہ بھی ہم کو کھینچو گے تو سچ ہی سنا کر دم لیں گے
ہم ڈرتے ہیں نہ دبتے ہیں نہ جھکتے ہیں نہ بکتے ہیں
جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں وہی کر کے دکھا کر دم لیں گے
ہر درد کا درماں ہو جائے، ہے ناز ہمارا عزم یہی
انسان کے ہر اک زخم پہ ہم مرہم ہی لگا کر دم لیں گے

سوشل راونڈاپ

جنت کی مکین

ثریا انور نیازی (1944-2020)

ثریا تمھاری تو لاٹری نکل آئی اتنے خوبصورت دلہا، سہیلیاں بالیاں ان کی شادی پر انہیں رشک سے کہہ رہی تھیں۔
اور ان سہیلیوں کو جنازے میں بیتابانہ پہنچتے دیکھا تو تب بھی رشک سے یہی کہہ رہی تھیں کہ ثریا تو تھی ہی جنت کی مکین!

1975 میں والد راجا احسان الحق صاحب کے منصورہ ملتان روڈ کے اولین رہائشی گھرانوں میں پلنے والی ثریا انور کی زندگی آج کی ہر خاتون، ہر لڑکی کے لئے صحابیات جیسی ایک مثال ہے۔

محترم راجا احسان الحق منصورہ کے ابتدائی انتظامیہ سے تھے، اس دور کے تمام لوگ ان کی خدمات اور محنت کے گواہ ہیں۔

دس بچوں کے ساتھ ایک بچے کی شیر خوارگی میں صدمہ سہنے والی یہ عظیم ماں ایک جوان شہید بیٹے کی ماں کا اعزاز بھی رکھتی ہیں جو 21 اگست 1999 میں جہاد کشمیر کے دوران شہید ہوا۔

میری خالہ جان سے شناسائی 1995 میں تب ہوئی جب ہم مرکز اسلامی جمعیت طالبات میں تربیت گاہوں کے دوران ان کو مرکز میں گھومتے پھرتے دیکھتے۔ مرکز طالبات کے منجملہ امور کے سلسلہ میں خالہ جان گلفرین نواز، خالہ جان فہمیدہ گل ہاشمی، بیگم صفدر چوہدری، بیگم صفیہ قرنی، بیگم زبیدہ اسعد گیلانی اور خالہ جان ثریا۔ مرکز طالبات اجلاسوں، شوراؤں، تربیت گاہوں، اجتماعات میں کبھی کھانے آرہے ہیں، کبھی چابی لینے اور دینے جا رہے ہیں اور کبھی سفر کے دوران خالہ جان کی ضرورت ہے۔

یہ صرف ایک ایک خالہ جان نہیں بلکہ ان کے پورے پورے گھرانے اس خدمت میں شامل ہوا کرتے تھے۔

سبھی خالہ جان اپنی اپنی جگہ اقامت دین کی جدوجہد کرتیں، ان نوعمر طالبات کے لئے محبت اخلاص اور خدمت کے جذبے سے سرشار تھیں مگر خالہ جان ثریا انور کا جذبہ کچھ اور ہی تھا۔

مجھے یاد ہے کہ منصورہ آڈیٹوریم سے مرکز طالبات تک کا اندرونی راستہ جہاں طعام گاہ و بک اسٹالز لگا کرتے اور ساتھ والے فلیٹ کے صحن میں برتن دھلا کرتے تھے۔آج بھی گزروں تو کان میں خالہ جان کی آواز گونجتی ہے۔راستے سے برتن اٹھالیا کریں۔جلدی جلدی سمیٹا کریں۔کام والیوں کو پیسے کس بات کے دیتے ہو جب وہ وقت پر صفائی نہ کریں۔لائٹس،پنکھے بند کر دیا کریں۔

کھانا دینے آرہی ہیں،تن گم گئے ہیں ان کی تلاش میں آرہی ہیں۔

مرکز اسلامی جمعیت طالبات کی نگرانی اور مختلف تربیت گاہوں اجتماعات کے انتظامیہ میں ہونے کی وجہ سے منصورہ کی خالہ جان کے ساتھ بار بار رابطہ رہتا۔اور اکثر ہی کسی نہ کسی کے برتن ہمارے کچن کی بھول بھلیوں میں کھو جاتے۔

ایک بار ہم کسی اجلاس کی بریک میں باتوں میں مصروف تھے کہ دور سے شنید آئی کہ ثریا خالہ جان آرہی ہیں۔

میں ایک دم سہیلیوں کے پیچھے چھپ گئی کہ رات جس دیگچی میں چاول آئے تھے وہ غائب تھی۔

حسب توقع خالہ جان نے آتے ہی میرا نام لیکر پوچھا،سہیلیاں آئیں بائیں شائیں کرنے لگیں۔

تو مجھے آواز آئی!اچھا تو جب وہ ملے اسے یہ گاجر کا حلوہ دے دینا۔اور واپس چل پڑیں۔

یہ الگ قصہ ہے کہ وہ گاجر کا حلوہ مجھے کتنا مل سکا۔لیکن خالہ جان ایسی ہی تھیں،جو لڑکیاں انتظامیہ میں ہوتیں وہ ان کا ایسے ہی ماں کی طرح خیال رکھتیں تھیں۔

ان کی بیٹی حمیرا ہماری ہم عمر تھیں آگے پیچھے کی بہنیں،اپنے والدین کی لاڈلی،نٹ کھٹ سی۔خالہ جان بار بار ہمیں کہتیں،حمیرا کو ساتھ ساتھ رکھا کرو۔مرکزی ترسیل کی ذمہ داری کے دوران یا کسی اجتماع کے انتظامیہ میں ہونے کے دوران جب کام کے لئے کالج واکیڈمی کے درمیانے وقت مرکز جمعیت طالبات بھاگم بھاگ جانا ہوتا ہی۔جاکر پہلا فون خالہ جان کو کرتی کہ حمیرا کو بھیج دیں۔اور حمیرا موجود ہوتی۔براہراست حمیرا سے کہتی تو وہ آئیں بائیں کرتی اور جب خالہ جان سے کہتی تو وہ ضرور اسے بھیج دیتیں ایسے کرتے کرتے ہماری دوستی بہت اچھی ہوگئی اور حمیرا خود سے جمعیت کے پروگرامات اٹینڈ کرنے میں دلچسپی لینے لگی۔خالہ جان کی یہ حکمت کہ زبردستی اجتماعات میں نہیں بھیجا بلکہ کام کے بہانے ہم سے جوڑا۔بیٹیوں کے ایمان اور تربیت کی فکر انکے لہجے سے چھلکتی تھی۔

1998 میں انکے جواں سال بیٹے کی جہاد کشمیر میں شہادت پر جب جمعیت طالبات کا وفد خالہ جان کے پاس گیا تو ہشاش بشاش،شعیب شہید بھائی کی چیزیں دکھائیں اور بتایا کہ کیسے وہ خواب میں آئے اور کیسے خوشبو آتی ہے۔شہید کی ماں ہونے کا حق ادا کیا۔

اہل منصورہ رشک کرتے تھے کہ ثریا چن کر بہوئیں لائی ہے۔اللہ نے ان کو اس معاملے میں بھی بڑی خیر سے نوازا تھا۔

لیکن آج ہر ایک کی زبان پر ہے خود خالہ جان کی بیٹیوں جیسی بہوئیں یہ کہتی ہیں کہ وہ ہماری ماں سے بڑھ کر تھیں۔گھر کی آس پاس کی رشتہ داروں کی یہ گواہی کہ بہوؤں کو انہوں نے بیٹیوں سے بڑھ کر مقام دیا،عزت دی۔

بہوئیں کہتیں کہ ہم میاں بیوی میں کوئی گرما گرمی ہوجاتی تو مسکرا کر کہتیں چونچیں لڑ پڑی ہیں۔

پھر ہمیں سمجھاتیں۔۔تم میری بیٹیاں ہو، میں نے تو اپنی بیٹیوں سے ہی بات کرنا ہے نا۔ یہ بیٹے بس ایسے ہی ہیں بس۔
بہوئیں کہتی کہ ان کے لہجے میں جانے ایسا کیا تھا کہ ہمارے دل میں ان کی بات اتر جاتی اور ہمیں لگتا کہ بس ہماری ماں ہیں یہ شوہروں کی ماں نہیں۔افطاریاں کروانا، مرکز خواتین، مرکز جمعیت طالبات کی مہمان داریاں کرنا، بلاشبہ تسلسل سے انکا معمول تھا۔
وہ نہ صرف لوازمات و کھانا لیکر جاتیں بلکہ ایک ایک کو خود پیش کرتیں، محبت سے کھلاتیں کہ یہ اللہ کے سپاہی ہیں دین کی خدمت کرنے آئی ہیں ہمیں ان کی خدمت کرنا چاہئے۔
ایمیون سسٹم ڈس آرڈر کے دوران میں منہ کے شدید السر کا شکار ہوگئی، ڈاکٹرز سے تشخیص نہ ہو رہی تھی میں تین چار ماہ سے منہ گلے کے زخموں کی اذیت سے گزرتی بالآخر ہاسپٹل داخل ہوگئی۔ بلاشبہ اہل منصورہ نے میرے گھر بچوں کی نگرانی کا حق ادا کر دیا لیکن سب سے حیرت انگیز بات جسے میں معجزہ خدا کہتی ہوں جس کا گواہ صرف اللہ ہے کہ جب مجھ سے پانی کا ایک گھونٹ پینا تیزاب جیسا تھا۔شہد والے پانی کے ڈراپر جس اذیت سے حلق سے گزرتے اور منہ گلہ ہونٹ زخموں سے بھرے تھے۔ ہاسپٹل میں بچوں کی گھر میں پریشانی کی وجہ سے میں بہت بے چین تھی کبھی ایسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا اور ڈاکٹر نے کہا تھا کہ جب تک آپ کچھ کھانا شروع نہیں کریں گی ہم چھٹی نہیں دے سکتے۔مستقل ڈرپس پر رہنا خطرناک ہے آپ کھانے کی کوشش کریں۔میرا ہاسپٹل کا سائیڈ ٹیبل نرم پتلے کھانوں جوسز سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے زاہدہ کا میسج آیا خالہ جان کی دعا پہنچائی۔۔۔اور پوچھا کچھ کھانا ہے۔۔۔جانے کیا میرے دل میں آئی اسے بتایا کہ ڈاکٹر یہ کہتے ہیں۔حالانکہ سوپ اور چاول دونوں میری ٹیبل پر تھے اور مجھ سے زرا سا بھی منہ میں کچھ رکھنا ناقابل بیان تکلیف کا باعث ہوتا۔یقین مانیں اللہ گواہ ہے کہ خالہ جان ثریا کے گھر سے آیا سوپ کا کپ میں نے بہت کم تکلیف کے ساتھ پی لیا جس کی بنا مجھے ڈاکٹر نے اگلے دن چھٹی دے دی۔ یہ سنتا تھا کہ خالہ جان ثریا اپنی بہوؤں سے روزانہ کوئی نہ کوئی نرم پتلی چیز بنوا کر مجھے بھجواتیں۔
اور مجھ سے وہی کھایا پیا جاتا جو ان کے گھر سے آتا، میرے لئے تڑپتے، دعا کرتے وائس میسجز۔زاہدہ سے بار بار میرا حال پوچھنا۔
میرا وقت مقرر نہ تھا اور نہ وہ ایسا وقت تھا کہ میں موت کے منہ سے واپس لوٹ کے آئی تھی ایک نئی زندگی مجھے ملی۔میری والدہ، میرے چچا چچی بھائی سب سہیلیاں، واقف کار کس کس نے بےلوث دعا نہ کی، اور سب پر اجتماعیت کے ساتھی بازی لے گئے۔
میرا میکہ دور نہ تھا لیکن خالہ جان ثریا منصورہ میں میرے لئے میکہ بن گئیں تھیں۔"ان کی زندگی سے میں نے توکل علی اللہ، رہ خدا میں صبرو استقامت، بےلوث خدمت، تحرک سیکھا۔کاش میں تھوڑا سا بھی عمل کر سکوں۔ اللہ توفیق دے آمین
یہ سب باتیں مجھ جیسی کمزور ایمان و عمل رکھنے والی ایک گناہگار سی مسلمان۔۔۔۔ کے لئے ایمان بڑھانے کا باعث ہیں
میں انکی مکمل زندگی کی جھلک دکھانے سے قاصر ہوں، مگر یہ چند جھلکیاں مجھے یقین دلانے کو کافی ہیں کہ اللہ اپنے لئے محبت کرنے والوں۔۔۔۔اپنے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنے والوں کی ناقدری نہیں کرتا۔۔۔وہ اپنے وعدے کا سچا ہے

بے مثال جوڑا

شازیہ عبدالقادر۔۔لاہور

لاہور میں 2001 کی مرکزی شوریٰ ہے۔۔

شادی کے بعد نئی نئی امیدوار رکن جماعت اسلامی بنی تھی۔۔۔۔

خواتین کی جانب آپا جی مسعودہ افضل مرحومہ نے ڈیوٹی کے لئے مرکز خواتین بلایا

سابق ایم این اے اور سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی خواتین محترمہ عائشہ منور آپا جان سے ملاقات کروائی۔۔۔

اپنے مخصوص انداز میں آپا جی مسعودہ نے تعارف کروایا یہ نئی دلہن آئی ہے ہمارے سرکل اقبال ٹاؤن میں۔۔۔رکن جمعیت ہے

آپا جان کو جب معلوم ہوا کہ میں مدینہ منورہ کے محترم قاری عبدالحنان حامد کی بہو ہوں تو عائشہ آپا نے فرط جذبات سے دوبارہ گلے لگایا۔۔۔ارے قاری بھائی صاحب کے ہاں مدینہ تو منور صاحب ضرور جاتے ہیں اور سلمیٰ بھابھی کی ذائقہ دار پرتکلف دعوتیں بھی یاد ہیں۔۔۔

میرے سسر ابو جی سید منور حسن صاحب سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ساس امی جی بھی عائشہ آپا کے بارے بتایا کرتیں کہ حج عمرے دوران مدینہ میں خواتین کے اجتماعات منعقد کروانا، ملاقاتیں اور زیارتیں۔۔کیا بے لوث دوستیاں تھیں سبحان اللہ

عائشہ آپا نے بتایا کہ حافظ حسین احمد کی نعتیں اور ترانے ہمارے گھر خوب چلتے ہیں

میں رکن جمعیت کے دور میں کئی بار مختلف پروگرامات میں آپا جان سے مل چکی تھی ان کی محبت اور شفقت ہمیشہ سے ایسی ہی تھی کبھی ریلیوں میں، کبھی جلسوں میں، اجتماعات عام میں، کبھی جمعیت طالبات اجلاس و پروگرامات میں، کبھی یونہی مرکز خواتین منصورہ میں۔

میں نے آپا جان کو گھر آنے کی دعوت دی تو آپا جان نے کہا کہ
بھئی ہمیں حافظ حسین احمد کی وہ نعت سنواؤ گی تو آئیں گے۔
" کہاں میں کہاں مدح ذات گرامی۔۔۔۔نہ سعدی نہ رومی نہ قدسی نہ جامی"
بھئی یہ سیّد صاحب کو بہت پسند ہے۔
میں جانتی تھی کہ آپا جان کا شیڈول اتنا بزی ہوتا ہے وہ دعوتیں کھانے کا متحمل نہیں ہوتا۔اجلاس شوریٰ کے وقفے میں لاہور کی ارکان،کارکنان بہنوں کی عیادتیں،کسی کی خوشی تو اسے تحائف دینے۔کسی پہ غم گزرا تو اسے ڈھارس دینے،
عائشہ آپا نے صرف نعت نبی ﷺ سننے کے شوق میں حامی بھری تھی۔
اور یوں آپا جان،کلثوم رانجھا باجی ودیگر شاید دو باجیاں تھیں،شوریٰ کے کسی وقفے میں ہمارے گھر آئیں،فائزہ بھابھی (مسز حافظ حسین احمد) نے پرتکلف کھانا تیار کیا۔کھانے کے بعد دیور بھائی حافظ حسین احمد نے ڈرائنگ روم کے دروازے پر بیٹھ کر نعتیں سنائیں اور ایک حسین یادگار بن گئی۔
آپا جان ہر ایک سے ایسے ہی ملتی ہیں،ان کی مسکراہٹ اور ان کی ملنسار شخصیت اپنے آپ میں ایک مثال ہے اس کی گواہی مختلف جماعتوں کی ان کی ساتھی پارلیمنٹیرینز سے سنی بھی ہے اور آج بھی وہ لوگ دیں گی۔
سیّد منور حسن صاحب ایک تاریخی،مثالی شخصیت ہیں۔
میں یہ کہتی ہوں کہ یہ جوڑا آج کے دور میں قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرتا ایک مثالی جوڑا ہے۔
ایم این اے یا حلقہ خواتین کی جنرل سیکرٹری رہیں تو اس کی وجہ ان کا سیّد منور حسن صاحب کی بیوی ہونا ہرگز نہ تھا
ان کی قائدانہ صلاحیت کی بدولت ارا کین جماعت اسلامی حلقہ خواتین نے خود انتخاب کیا۔اور پارلیمنٹ میں پاکستان خواتین کے حقیقی مسائل اٹھانے میں کردار ادا کیا بلکہ دیگر سیاسی پارٹیز کی خواتین کو بھی ٹھوس کام پر متوجہ کیا۔
اس سلسلے میں پارلیمنٹ میں سب سے زیادہ بل پیش کئے جن کی کتابی دستاویز بھی موجود ہے۔
دنیائے اسلام میں مسلم ویمن آرگنائزیشنز ساتھ کوآرڈینیشن،ملک بھر میں جماعت خواتین کے کام کو منظم کرنے کے ساتھ ساتھ کراچی میں کون سا علاقہ ہوگا جہاں عائشہ آپا کے قدم نہ ہونگے۔۔۔یہاں تک کہ ایم کیو ایم کے گڑھ میں جا کر کام کیا۔
میں نے ہمیشہ سیّد منور حسن صاحب کے نام پر عائشہ آپا جان کے چہرے کے خوبصورت حیادار رنگ دیکھے ہیں
۲۰۱۳ کے بعد جب سے منور حسن صاحب کی طبیعت خراب رہنے لگی تو وہ مسکراتے رنگ پریشان ہونے لگے تھے۔۔۔کاجل پھیلا پھیلا رہنے لگا تھا۔۔۔آنکھوں میں ایک درد ابھرنے لگا تھا

ساتھ ہی اللہ پر کامل بھروسے اور یقین کے ساتھ ایک اعتماد ابھرتا کہ اللہ صحت دے گا

ایسے عظیم شوہر کی بیوی ہونا، قدم قدم ساتھ ملا کر چلنا، شوہر کی گھریلو ذمہ داریوں کو بھی ادا کرنا، بچوں کو قابل اور نیک انسان بنانا کہ جن کے قصے میں یہ تو عام بات ہے کہ شادی میں موصول قیمتی تحائف جماعت اسلامی کے بیت المال میں جمع کروادیئے کہ یہ تحفے سید منور حسن و عائشہ منور کے بچوں کو نہیں جماعتی عہدیداران کے بچوں کو ملے ہیں تو اس کا حق جماعت اسلامی کا ہے۔ اور بچوں نے سر تسلیم خم کردیا

عائشہ آپا۔۔۔۔ہم بہت کمزور ہیں آپ نے جو مثال وفاداری وقربانی وایثار قائم کر کے لطف اٹھایا ہے

اللہ ہمیں بھی توفیق دے لیکن زمانہ گواہ ہے کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مجھے یقین ہے ایسے بے مثال ساتھی کی اس عارضی جدائی کے بعد بھی آپ کمال صبر سے فرط محبت اور طمانیت قلب کے ساتھ اس کا سامنا کررہی ہونگی، کیونکہ آپ دونوں نے ایک دوسرے کا حق اللہ کے راستے میں۔۔۔اقامت دین میں جان و مال صلاحیتوں اور پوری قوتوں سے ادا کیا ہے

ہم جیسے مفلسوں کو آپ کی ضرورت ہے ہم آپ کو دیکھ کر تو حوصلہ کریں گے۔۔۔۔۔

ورنہ دکھ ہم سے سنبھالا نہیں جائے گا۔۔۔

قابل رشک ہیں آپ۔۔۔۔

قابل تقلید ہیں آپ۔۔۔۔۔

اللہ آپ کو صحت سلامتی عافیت سکون قلب عطا فرمائے آمین۔

جماعت اسلامی دلوں سے نہیں نکلتی!

ڈاکٹر فیاض عالم

محترمہ ام زبیر صاحبہ جماعت اسلامی حلقہ خواتین میں کون ہے جو ان کے نام سے واقف نہیں ہے۔غیر معمولی خاتون تھیں، سراپا دعوت، سراپا جدوجہد! صبیحہ شاہد، عائشہ منور اور عصمت تصویر وغیرہ کو ان سے جو محبت وعقیدت تھی اس کا لفظوں میں اظہار ممکن نہیں ہے- میں نے اپنی ان قابل فخر بہنوں کو ام زبیر صاحبہ کے حوالے سے بے حد مضطرب اور دعا گو۔

راقم اور اس کی اہلیہ کیونکہ اس پورے خاندان کو اپنے خاندان کی طرح سمجھتے ہیں، اس لئے ان سے شدید محبت کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں، الحمدللہ! ام زبیر صاحبہ نے انتقال سے ایک روز قبل راقم کو یاد فرمایا- میں ان کے کمرے میں گیا اور سلام کیا-شمس الدین خالد اور ان کی فیملی کے کچھ لوگ بھی کمرے میں موجود تھے۔

وہ بہت بیمار تھیں اور بہت مشکل سے چند جملے بول پا رہی تھیں۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا:

ڈاکٹر! میں جماعت اسلامی میں ہوں یا نہیں ہوں؟

میں نے کہا کہ اگر آپ جماعت میں نہیں ہیں تو پھر کون ہے؟

انہوں نے پوچھا کہ قاضی صاحب سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں؟

میں نے کہا کوئی انسان یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ وہ سب کام بالکل ٹھیک کرتا ہے-

انہوں نے پھر پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو؟ ام زبیر جماعت اسلامی میں ہے یا نہیں؟

میں نے پورے تیقن کے ساتھ جواب دیا" بالکل ہے!

خالد! تم نے سن لیا، فیاض عالم بھی گواہی دے رہا ہے!

اب میں سکون سے جا سکتی ہوں!

خالد بھائی میرے محسنوں میں سے ہیں اور ام زبیر صاحبہ کا پورا خاندان مجھے عزیز تر ہے-

شائد کچھ لوگوں کو اس بات پر یقین نہیں آئے

لیکن اس واقعہ کے کئی معتبر گواہ اس گھرانے کے کئی مرد وخواتین ہیں۔

سچ یہ ہے کہ جماعت اسلامی جس دل میں جگہ بنالے

اس دل سے نکلتی نہیں ہے!

زمین پر چاندنی بکھیرتی

گوجرانوالہ کا ایک مشہور و معروف اسکول ہے جدید دستگیر آیڈیل ہائی اسکول۔ چھ ہزار سے زیادہ بچے اس اسکول میں زیر تعلیم ہیں اور یہ گوجرانوالہ کا سب سے بہترین اسکول سمجھا جاتا ہے۔ اسکے مالک ایک کاروباری شخصیت ہیں اور یہ اسکول انہوں نے اپنے شوق کی وجہ سے کھولا ہوا ہے کہ بچوں کو معیاری تعلیم دیں۔

وہ میرے ایک قریبی دوست کے دوست ہیں اور کاروبار کے ساتھی بھی۔ 1996 میں وہ کراچی آئے تو میرے دوست انہیں نارتھ کراچی میں ایک اسکول دکھانے کے لئے لے گئے جسکی تعمیر اور قیام میں ان کی فیملی کا بھی خاصا حصہ تھا۔ اسکول زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن مہمان کو پسند آیا - ایک باپردہ خاتون نے انہیں اسکول کے نظام تعلیم و تربیت کے بارے میں پندرہ بیس منٹ کی بریفنگ دی۔

وزٹ کے بعد ان صاحب نے میرے دوست سے کہا کہ اگر یہ خاتون ہمارے اسکول کی پرنسپل بن جائیں تو میں انہیں گھر، گاڑی اور ایک لاکھ روپے تنخواہ سے سکتا ہوں - آپ برائے مہربانی ان سے بات کریں۔

میرے دوست نے انہیں بتایا کہ مذکورہ خاتون مالی طور پر بہت مستحکم ہیں اور اسکول میں اعزازی طور پر وقت دیتی ہیں۔

اور انہیں کسی ملازمت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے دوست نے ان صاحب کو بتایا کہ مذکورہ خاتون جماعت اسلامی کی رکن ہیں اور امریکہ اور سعودی عرب سمیت کئی ملکوں میں رہ چکی ہیں اور پاکستان میں اس مشن کے تحت آئی ہیں کہ نئی نسل کو نہ صرف زیور تعلیم سے آراستہ کریں بلکہ نظریاتی طور پر بہتر مسلمان اور پاکستانی بنائیں۔

1996 میں ایک لاکھ روپے کا مطلب ہے آج کے دس لاکھ روپے اور وہ بھی ماہانہ۔

آج جب کوئی میرے سامنے ڈاکٹر رتھ فاو اور مدر ٹریسا جیسی مشنری خواتین کا ذکر کرتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ ہم ام زبیر، صبیحہ شاہد، عائشہ منور اور صفور انعیم جیسی سرتاپا مشنری خواتین کا ذکر اپنے بچوں سے کیوں نہیں کرتے - ہم انہیں کیوں نہیں بتاتے کہ اللہ نے صرف آسمان کو ستاروں سے منور نہیں کیا - زمین پر چاندنی بکھیرنے کا انتظام بھی فرمایا ہے۔

اس کے لئے ہمیں تھوڑا سا احسان شناس بننا ہوگا۔

فرشتے جن کے منتظر

محترمہ عصمت تصویر بھی سفر آخرت پر روانہ ہوئیں۔ دنیا سرائے ہے اور ہم سب مسافر، سبھی کا سفر ختم ہونا ہے اور سبھی کو اپنے خالق حقیقی کی طرف پلٹنا ہے۔ لیکن یہ سعادت کم ہی لوگوں کے حصے میں آئے گی کہ ان سے کہا جائے گا کہ اے نفس مطمئنہ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ بلاشبہ محترمہ عصمت تصویر کے بارے میں یہ گواہی میرے علاوہ بھی ہزاروں لوگ

دے سکتے ہیں کہ ان کی ساری زندگی اپنے رب کی رضا اور اقامت دین کی جدوجہد میں گذری۔

میرا ان سے جب تعارف ہوا تو وہ حلقہ خواتین، ضلع غربی کی ناظمہ تھیں۔ انکی اور میری رہائش فیڈرل بی ایریا میں تھی لیکن ہم روزانہ ہی اورنگی ٹاون جایا کرتے تھے، وہ تنظیمی ذمہ داری کہ وجہ سے اور میں الخدمت ہسپتال کے پراجیکٹ کی وجہ سے۔ یہ بات کم لوگ جانتے ہیں کہ نعمت اللہ خان صاحب نے الخدمت ہسپتال اورنگی کے لئے الخدمت کراچی سے فنڈ دینے سے منع کردیا تھا اور کہا تھا کہ خود فنڈ جمع کرنا ہے کیونکہ کراچی میں اچھے کاموں کے لئے پیسے دینے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

مجھے یہ اعتراف کرنے میں اور یہ گواہی دینے میں کوئی جھجک نہیں ہے کہ الخدمت ہسپتال اورنگی ٹاون کی پہلی عمارت کی تعمیر میں عصمت باجی، محترمہ صبیحہ شاہد، محترمہ ناصرہ الیاس، محترمہ طلعت ظہیر، محترمہ تحصیر فاطمہ، محترمہ عشرت مظہر اور میری عزیز بہن صابرہ شاہد کا بہت اہم کردار رہا۔ عصمت باجی نے ہی ان تمام خواتین کو اس منصوبے کی بھرپور معاونت کے لئے تیار کیا اور خود بھی بے پناہ کوششیں کیں۔

1993 کے بعد جب ضلع غربی نے دیہی علاقوں میں دعوتی کام کا آغاز کیا اور اورنگی ٹاون سے آگے کے گوٹھ، ہاکس بے اور گڈاپ تک کے سیکڑوں گوٹھوں میں عبدالرحیم مروت صاحب کی قیادت میں ہم نے جانا شروع کیا اور میڈیکل کیمپس کے ذریعہ لوگوں کی خدمت اور تعارف کا طریقہ اپنایا تو عصمت باجی اور صابرہ شاہد تھیں جنھوں نے ہر جمعہ کو صبح سے شام تک اس کام کے لئے وقت دینا شروع کیا۔ میں تو زیادہ دنوں تک باقاعدگی سے وقت نہیں دے پایا لیکن ڈاکٹر احسن اور ڈاکٹر اعظم کئی سال تک مسلسل ان دور دراز گوٹھوں میں جاتے رہے اور الحمدللہ جن علاقوں میں کوئی جماعت اسلامی کا نام تک نہیں جانتا تھا وہاں کے سیکڑوں مرد و خواتین جماعت کا حصہ بنے۔

عصمت باجی بعدازاں کراچی کی نائب ناظمہ بھی رہیں اور شائد ضلع وسطی کی ذمہ دار بھی رہیں۔ صبیحہ شاہد کی طرح انہیں بھی کئی امراض لاحق تھے لیکن اپنی ذات ان دونوں خواتین کی آخری ترجیح تھی۔ تکلیفیں برداشت کرتیں اور جماعت کے کام کے لئے ہمہ وقت تیار رہتیں۔ بلڈ پریشر بڑھا ہوا ہو، شوگر زیادہ ہو یا کچھ اور مسئلہ ہو۔۔۔ اگر کوئی پروگرام آجائے، یا قرآن کی کلاس ہو یا کسی خاتون سے دعوتی ملاقات ہو۔۔۔ لگتا تھا کہ سرے سے کوئی بیماری ہی نہیں ہے۔

ان خواتین نے دعوت کے میدان میں کام کے ایسے معیارات طے کردیئے کہ خواتین تو کیا مردوں کے لئے بھی ان تک پہنچنا مشکل ہے۔

میں اور میری اہلیہ صدیقہ ہمیشہ عصمت باجی اور صبیحہ باجی کی محبتوں کے اسیر رہے۔ حق یہی ہے کہ دونوں ہی خواتین بے پناہ محبتوں اور عقیدتوں کی حقدار تھیں۔

عصمت باجی! آپ ہماری محسنہ تھیں، آپ بہت سارے لوگوں کی محسنہ تھیں۔

اللہ نے آپ کو رمضان المبارک میں اپنی جنت کی طرف بلایا ہے۔

جایئے! فرشتے آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔ اے نفس مطمئنہ۔۔۔

آپ نے پوچھا۔۔؟

عزیز بہنو! مجلہ رفتار کے زیراہتمام ایک سلسلہ شروع کیا جارہا ہے جس میں کارکنان کے ان سوالات کے جواب دیۓ جائیں گے جن سے ان کو دعوتی سرگرمیوں کی انجام دہی کے دوران عوام الناس کی جانب سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔

1: آج جماعت اسلامی کو اپنی دعوت کی وسعت کے لئے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی کیا گنجائش نکلتی ہے۔۔؟

جواب: دعوت کا میدان بہت وسیع ہے اج ویسے بھی سوشل میڈیا نے دنیا کو ہر ایک کی انگلیوں کی ٹپس پہ کھڑا کر دیا ہے بس انگلیاں ہلانے کی دیر ہے ... ہمیں ان تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنا ہوگا بھرپور تیاری کے ساتھ مگر حدود وقیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلکل ایسے جیسے درخت کی شاخیں بڑھتی ہیں پھلتی پھولتی ہیں مگر اپنی جڑیں زمین پیوستہ رکھتی ہیں. جدید ٹیکنالوجی کا استعمال وقت کی ضرورت ہے اسکے لئے ہمیں اپنے وسائل ہی نہیں صلاحیتوں کا بھی مثبت استعمال کرنا ہوگا

2: کارکن سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جماعت اسلامی نے پاکستان بننے کی مخالفت کی تھی۔۔؟ اس کا کیا جواب ہے۔

جواب: مکمل تاریخ سے ناواقفیت ایسے سوال پیدا کرتی ہے جماعت اسلامی اول روز سے ہی دوقومی نظریہ کی علمبردار رہی تحریک آزادی پاکستان کے لئے ہر طرح کی جانی ومالی قربانی دینے والوں میں جماعت اسلامی کے اکابرین بھی صف بستہ رہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انگریزوں کی فتنہ انگیزی کا ادراک ہوجانے کے بعد تقسیم کے نتیجے میں مسلم اکثریتی علاقوں پر ہندوؤں کا تسلط اور مشرقی ومغربی پاکستان کی جغرافیائی تقسیم کے دوررس نتائج جماعت اسلامی کے بیدار مغز قیادت نے سمجھ لئے تھے۔ اسی پہلو پر توجہ دلائی گئی تھی اور آپ آج دیکھ لیں مشرقی پاکستان کی جدائی اور آج تک مسلم اکثریتی علاقوں میں جہاں ہندوستان مسلط ہے مسلمان شدید اذیت بھری زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ایک صدی مکمل ہونے کو ہے اور یہ غلامی ختم نہیں ہوئی۔

3: جماعت اسلامی کے بارے میں ایک عام تاثر ہے کہ یہ خواتین کی اعلیٰ تعلیم اور ملازمتوں کے خلاف ہے۔۔؟

جواب: یہ عام نہیں بلکہ بہت غلط تاثر ہے۔ جماعت اسلامی حلقہ خواتین کی قیادت اعلیٰ تعلیم یافتہ MBBS, PHD, s, ڈاکٹرز، لائرز، ایوان بالا وایوان زیریں کی بہترین کارکردگی دکھانے والی خواتین کی فقیدالمثال تاریخ رکھتی ہے۔ عالمی سطح پر خواتین کی سیاسی ودینی تحریکوں کے لئے بھی اور ملکی سطح پر بھی ہماری خواتین عملی مثال ہیں پھر یہ خیال کیسے کیا جاسکتا ہے کہ جماعت اسلامی خواتین کی اعلیٰ ملازمت یا تعلیم کے خلاف ہے ہمارے تو منشور میں برسہابرس سے خواتین کالجز یونیورسٹیز کا قیام شامل رہا اور موقع ملنے پر اس منصوبے پر عملدرآمد بھی کیا گیا۔

4: جماعت اسلامی خدمت کے میدان میں دیگر جماعتوں سے آگے ہے لیکن اسے ووٹ نہیں ملتے۔۔ ایسا کیوں ہے۔۔؟

جواب: الحمدللہ خدمت انسانیت کے لئے جماعت اسلامی اپنی مثال آپ ہے کروڑوں اربوں روپے کے فنڈز ہر طبقہ سے دنیا بھر سے مل جانا جماعت اسلامی پر اعتماد کا بین ثبوت ہے۔ ووٹ نہ ملنے کی بہت ساری وجوہات ہیں عوام میں دینی وسیاسی شعور کی کمی، اس میں سرفہرست ہے لیکن ہم مایوس نہیں ہیں ....

واقف کہاں زمانہ ہماری اڑان سے
وہ اور تھے جو ہار گئے آسمان سے

جماعت اسلامی کی عوامی بیداری کے لئے کوششیں مسلسل جاری ہیں ان شاءاللہ وہ وقت دور نہیں جب لوگ ووٹ بھی جماعت کے نمائندوں کو ہی دیں گے۔

5: قومی وصوبائی اسمبلیوں میں خواتین کی نمائندگی کے بارے میں جماعت اسلامی کا کیا نقطہ نظر ہے۔۔؟

جواب: فی الوقت جبکہ خواتین سیاسی میدان میں سرگرم عمل ہیں لبرل اور سیکولر اذہان ہر شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کر رہے ہیں۔ ہم سمجھتی ہیں کہ اس وقت ایوان میں ہماری نمائندگی ضروری ہے۔ ہم اپنی قیادت کے ساتھ اس محاذ پہ بھی موجود ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ گھر اور خاندان کا محاذ ہی عورت کا اصل دائرہ کار ہے

6: جماعت اسلامی مغربی ممالک اور مغربی کلچر کے حوالے سے ہمیشہ اپنے تحفظات کا اظہار کرتی رہی ہے، مگر آج متعدد اراکین جماعت کے اپنے بچے وہاں جا کر تعلیم حاصل کرتے دکھائی دیتے ہیں، اس بارے میں کیا خیال ہے۔۔؟

جواب: مغربی کلچر، مغربی اقدار اور مغرب کے افکار ونظریات سے اختلاف ایک مسلم حقیقت ہے لیکن مغربی ممالک میں کسی کا اپنی اولاد کو تعلیم کے حصول کے لئے بھیجنا اس کا اپنا ذاتی فیصلہ ہے اس میں حرج بھی کیا ہے اگر حصول علم اور صلاحیتوں کے بہتر استعمال کے لئے بیرون ملک جا کر اپنی مملکت اور دین اسلام کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے تو یہ تو اچھی بات ہے اس میں برائی کیا ہے۔

پارلیمان میں جماعت اسلامی پاکستان کی خواتین کا کردار

خیبر پختونخوا کی خاتون ایم پی اے حمیرا بشیر صاحبہ کی کارکردگی

- ☆ خواتین کے حقوق اور مسائل کے حل کے لئے کوششیں
- ☆ ملازمت پیشہ خواتین کے ڈے کیئر سینٹرز کے قیام کے لئے کوششیں
- ☆ خواتین کے لئے الگ واش رومز کے لئے کوششیں
- ☆ قرآن کا ترجمہ نصاب میں شامل کرنے کے لئے قرارداد پیش کی۔
- ☆ چترال کے لئے گرم چشمہ روڈ NHA کے تحویل میں دینے کے لئے قرارداد پیش کی۔
- ☆ فاٹا میں صحت کی منظور شدہ فنڈ کی منسوخی پر تحریک التواجمع کی
- ☆ توجہ دلاؤ نوٹس میں معذور افراد پاپولیشن، ہاؤس اینڈ لائبریری ہاؤسنگ جمع کی
- ☆ عوامی مسائل میں اٹھارہ درخواستیں نمٹائیں جس میں ٹرانسفر، نوکری اور داخلے شامل ہیں
- ☆ ترقیاتی کاموں کیلئے تین کروڑ فنڈ ملا جو کہ امیر صوبہ کی ہدایت پر اپر دیر، کرک اور صوابی میں خرچ کیے
- ☆ 8 مارچ خواتین کے حقوق کے حوالے سے یو این او ہیڈ کوارٹر نیو یارک امریکہ میں چھ مختلف پروگرامز میں شرکت کی
- ☆ خواتین کے وراثت میں حق، چھوٹی عمر کی شادی، خواتین پر تیزاب پھینکنے ان تینوں بلوں پر حکومتی ایم پی ایز کے ساتھ مل کر کام کر رہی ہوں
- ☆ ڈومیسٹک وائیلنس بل صوبائی اسمبلی میں پیش کیا جو کہ پاس ہوا
- ☆ 4 ستمبر کو عالمی حجاب کے موقع پر صوبائی اسمبلی میں قرارداد پاس کی گئی کہ یہ دن پورے صوبے میں باحجاب خواتین کے ساتھ یوم یکجہتی کے طور پر منایا جائے گا۔

ایم این اے عائشہ سید صاحبہ کی کارکردگی

- سوات جیل کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے کوششیں
- بجلی کے مسائل حل کئے ٹرانسفارمر کی خرابیاں دور کیں، جہاں ضرورت پڑی وہاں ٹرانسفارمر مہیا کئے
- سود کے خاتمے کے لئے مستقل بنیادوں پر جدوجہد کی
- پیمرا کو قوانین کا پابند بنانے، الیکٹرانک پرنٹ اور سوشل میڈیا پر بےہودہ پروگرامز، ڈرامے اشتہارات پر پابندی کے لئے جدوجہد اور اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلوں اور اس پر عمل درآمد کی طرف حکومت کو متوجہ کرنا۔
- پاکستان میں اردو زبان کو عملاً دفتری زبان بنانے کے لیے جدوجہد کی
- بجٹ پر بھرپور کام کیا۔ اپنے علاقے اور دیگر پسماندہ علاقوں کے لیے پراجیکٹس کی منظوری اور مسلسل حکومت کو متوجہ کرنا
- این ایف سی ایوارڈ کی منصفانہ تقسیم اور بروقت صوبوں کو ان کا حصہ دینے پر حکومت کو متوجہ کرنا
- سوات سے خوازہ خیلہ تک 76 کلومیٹر روڈ کی منظوری
- پاکستان میں انرجی اور پانی کی کمی اور دیگر خطرات سے نمٹنے کے لیے اقدامات کیے ڈیموں کی تعمیر پر حکومت کو متوجہ کیا
- ملاکنڈ ڈویژن کو مزید ٹیکس فری رکھنے کے لیے جدوجہد کی
- نوجوانوں کے لیے روزگار، مختلف پروجیکٹس اور بیروزگار پی ایچ ڈیز کے لیے ماہانہ اسکالرشپ پر متوجہ کرنا
- اپنے علاقے میں موبائل و انٹرنیٹ سروسز کو بہتر کرنے کے لئے جدوجہد کی
- دہشت گردی کے خاتمے کے لئے اقدامات اور دہشت گردی کے خلاف نشانہ بننے والے افراد کے لیے حکومتی امداد کے لیے جدوجہد
- لوڈشیڈنگ کے خاتمے اور بجلی کے بوسیدہ انفرااسٹرکچر کو بہتر بنانے کے لئے کوششیں کیں
- پرانے ڈیموں، نہروں کی صفائی کے لئے اقدامات کئے
- بجلی کے پرانے پروجیکٹس کی تکمیل، بجلی کی پیداوار کو بڑھانے اور بجلی کی چوری کو روکنے کے لئے کوششیں کیں
- گیس کے مسائل، پیداوار کو بڑھانے اور گیس چوری کی روک تھام کے لئے جدوجہد
- پولیس، اساتذہ کی تنخواہ اور سہولتوں میں اضافے، ان کی ٹریننگ اور مورال بلند کرنے کے لئے اقدامات کئے
- مختلف محکموں میں غیر قانونی بھرتیوں، ترقیوں، تبدیلیوں کی روک تھام اور میرٹ کو بحال کرنے کی جدوجہد کی
- اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور عوام کو قومی اداروں سے سہولتیں ملنے کے لئے جدوجہد

- ☆ پاکستان پوسٹل سروسز، سمندر پار پاکستانیوں، EOBI اور دیگر وزارتوں کے کرپشن کے کیسسز سے حکومت کو آگاہ کیا
- ☆ اسلام آباد کے تمام ہسپتالوں پر خصوصی کام
- ☆ ڈرگ ریگولیٹری اتھارٹی پر خصوصی کام
- ☆ وزارت مسافران پر خصوصی کام اور وفاق کو صوبوں سے جوڑنے کے لئے بھرپور جدوجہد کی
- ☆ یوٹیلیٹی اسٹورز کی بے ضابطگیاں حکومت کے سامنے رکھیں اور عوام کی سہولت کے لئے اس کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کی
- ☆ سوات ائیرپورٹ کی اپ گریڈیشن اور ائیرپورٹ کے دیگر مسائل حل کروائے
- ☆ وزارت مذہبی امور میں حج کے مسائل اور حجاب کو حاجی خواتین کے لئے لازمی قرار دینا، منسٹری کی طرف سے حاجی خواتین کو عبایا دینا اور حاجیوں کی تربیت کا آغاز کیا
- ☆ پی آئی اے کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور ادارے میں کرپشن کی روک تھام کے لئے خصوصی اقدامات کئے
- ☆ مختلف ممالک میں پی ائی اے کی سروس بحال کروانے کے لئے جدوجہد کی
- ☆ ریلوے کی کارکردگی پر کڑی نظر رکھنا، اس کے اثاثوں کے تحفظ کے لئے اقدامات کئے
- ☆ ماحولیات کو بہتر بنانے کے لئے شجرکاری مہم کو ملک کے نوجوانوں اور اداروں کے ذریعے چلایا
- ☆ کھیلوں کے میدانوں کا قیام اور تحفظ کے لئے اقدامات
- ☆ وراثت میں خواتین کے حصے کی وصولی کو یقینی اور آسان بنانے کے لئے جدوجہد کی اور الیکشن امیدوار کو خواتین ورثاء کو وراثت میں حصہ نہ دینے پر نااہل قرار دینے کی سفارش کی
- ☆ خواتین کے شناختی کارڈز بنوانے کو سہل کرنے کے لئے اسمبلی میں آواز اٹھا کر تمام سیاسی جماعتوں کو بیدار کیا جس کی وجہ سے ہفتہ اتوار کی چھٹی ختم کروا کے مسلسل کارڈز بنوائے گئے اور ساتھ ہی خواتین کی شناختی کارڈ فیس بھی معاف کروائی
- ☆ ضلع سوات میں لڑکیوں کے سارے بند اسکول کھلوائے۔
- ☆ خواتین کے کھیلوں اور تفریحی مقامات کو محفوظ بنانے کے لئے جدوجہد۔ خواتین کھلاڑیوں کے لئے مسلم ڈریس پر کام کیا
- ☆ سوات میں ویمن یونیورسٹی کا قیام
- ☆ دیر پاسپورٹ آفس میں خواتین کے لئے الگ ڈیسک کا قیام
- ☆ چھوٹے ڈیم، انتظار گاہیں، ہنرمند سینٹرز، زچہ و بچہ سینٹرز کا قیام
- ☆ خواتین کی گھریلو صنعت کے فروغ کے لئے اقدامات کئے۔ ان کے ہنر کو بین الاقوامی معیار پر لا کر ملک اور خاندان کی آمدن میں

اضافے کا ذریعہ بنانا

☆ اسٹریٹ چائلڈ کے لئے مختلف پروگرامز ترتیب دیئے گئے۔

خیبر پختون خوا کی رکن صوبائی اسمبلی راشدہ ظفر کی کارکردگی

☆ حکومت کی طرف سے جو فنڈز ملے وہ پانی کی فراہمی اور تعلیمی اداروں کی باؤنڈری وال اور بجلی کی سکیمیں تھیں میری توجہ دلاؤ نوٹس پر کمیٹیاں بنیں۔

☆ میڈیکل کالج کی طالبہ کے ساتھ پروفیسر کی بدسلوکی۔ پردہ دار لڑکی کا سکارف کھینچ کر اتارنے کی کوشش۔ اس پر کمیٹی بنی اور پروفیسر کو معطل کیا گیا۔

☆ معذوروں کیلئے بل میں سقم کئی سالوں سے تھا کہ جس کا ایک بازو نہیں ہے وہ معذور ہے اور جس کی ایک انگلی نہیں ہے وہ بھی معزور ہے، اس بنیاد پر دونوں کو معذوری کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے اور سفارش سے انگلی سے معذور کو گورنمنٹ جاب مل جاتی ہے، یہ معاملہ سوشل ویلفیئر کمیٹی میں اٹھایا باقائدہ کیس چلا اور ایسی اپائنٹمنٹ منسوخ کی گئیں، اس دور میں بل کے سقم بھی دور کئے گئے۔

☆ چارسدہ گرلز ڈگری کالج اور ہاسٹل کے درمیان گندہ نالہ ہے کالج انتظامیہ کے احتجاج پر کئی سال پہلے نالے کو اوپر سے ڈھک دیا گیا مگر جگہ جگہ سے ٹوٹ گیا اور بارش کے نتیجے میں تمام کالج میں گندا پانی پھیل جاتا اور طالبات کے کپڑے ناپاک ہوتے تھے اس پر حکومت نے ایکشن لیا اس کا فنڈ منظور ہوا اور اس پر کام ہوا۔

☆ بزرگ شہریوں کو سہولت دینے کے لئے بل پاس ہوا مگر عملدرآمد نہ ہوا تو ڈپٹی اسپیکر کی طرف سے میرے حوالے کر دیا گیا۔ کمیٹی میں تین ماہ تک بحث کے نتیجے میں ان کو وہ سہولیات دے دی گئیں مثلاً ہسپتالوں میں بزرگ شہریوں کے الگ ڈیسک لگے اور فیس بھی معاف ہوئی، دوسرے اداروں میں بھی اور پنشن کی وصولی میں بھی سہولت دی گئی۔

☆ جہیز اور ون ڈش کی پابندی کا بل بھی پاس کرایا۔

اسمبلی ممبران کے ساتھ سندھ اُور بلوچستان اسمبلی کا دورہ کیا تا کہ ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے یہ ایک اچھی سرگرمی تھی، پھر تینوں صوبوں کی اسمبلی ممبران نے ہماری اسمبلی کا دورہ کیا تو سب کا تاثر یہی تھا کہ خیبر پختونخوا اسمبلی جدید خطوط پر استوار ہے۔

☆ خواتین ممبران کے ساتھ انگلینڈ کا دورہ کیا، اس کے ایوان بالا اور ایوان زیریں کی کاروائی دیکھی۔ خاص بات یہ دیکھی کہ وہاں مختلف اداروں اور خاص طور سے تعلیمی اداروں سے اسمبلی کی کاروائی دیکھنے کے لئے تواتر سے افراد آتے رہتے ہیں اور ہر وفد کے آنے پر اسمبلی کے ایجوکیشن سنٹر میں باقائدہ فلم دکھائی جاتی ہے جس میں اپنی تاریخ اور اپنے ہیروز کے کارنامے دکھائے جاتے ہیں۔

جماعت اسلامی کی خواتین ممبران اسمبلی کی کارکردگی روداد 2002 تا 2012

تبصرہ نگار: نوشابہ قمر (نائب نگران مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

زیر تبصرہ کتاب سیاسی سیل جماعت اسلامی حلقہ خواتین پاکستان نے معارف پبلیکیشنز کراچی سے فروری 2014 میں شائع کروائی۔ تحقیق وتدوین نگران تاریخ جماعت کمیٹی محترمہ روبینہ فرید، محترمہ افشاں لئیق اور محترمہ نگہت فاطمہ کی ہے۔ یہ کتاب کل 160 صفحات پر مشتمل ہے۔

جماعت اسلامی پاکستان نبی کریم ﷺ اوران کے صحابہ کرام کے غلاموں پر مشتمل جماعت ہے۔ اور پاکستان کو مدینہ طیبہ کی مانند ایک مکمل اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا خواب اپنے سامنے رکھتی ہے۔ حلقہ خواتین جماعت اسلامی سے وابستہ بہنیں اپنے مرد بھائیوں کے ساتھ ساتھ اقامت دین کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر بھی ہمیشہ مصروف رہی ہیں۔ 2002ء کی قومی وصوبائی اسمبلیوں میں جماعت اسلامی کی نمائندہ خواتین نے پارلیمنٹ کے اندر بھرپور طریقے سے اپنے فرائض ادا کیے۔ ان کی کارکردگی کی ایک مختصر جھلک زیر تبصرہ کتاب میں پیش کی گئی ہیں۔

یہ رپورٹ جہاں جماعت اسلامی حلقہ خواتین کی ارکان کی کارکردگی اور محنت کا مظہر ہے وہیں اس سے پڑھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ۔۔۔

- ☆ اسلامی نظریات کی حفاظت اور ترویج میں مسلم خواتین ہمیشہ پیش پیش ہوتی ہیں۔
- ☆ اراکین پارلیمنٹ سادگی اور قناعت کے ساتھ کس طرح فرائض منصبی ادا کر سکتے ہیں، عوام کے خون پسینے کی کمائی سے محل تعمیر کرنے کی بجا؟ اپنی تنخواہوں سے عوام کی فلاح کے پراجیکٹ بھی شروع کیے جاسکتے ہیں۔
- ☆ فکر آخرت رکھنے والے ممبران اسمبلی کے سامنے اپنے مفادات نہیں بلکہ ملک وقوم کے مسائل ترجیح اول رکھتے ہیں۔
- ☆ مسلم خاتون بزدل نہیں، بہادر ہوتی ہے، وہ گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہم وطنوں کے دکھوں میں سہارا بنتی ہے۔
- ☆ ان کی موجودگی پورے ایوان میں وقار اور متانت کا ذریعہ بنتی ہے۔
- ☆ اس رپورٹ میں دیکھا جاسکتا ہے کہ اس تمام تر جدوجہد کے ساتھ ساتھ خواتین پارلیمنٹ میں اپنی کارکردگی سے غافل نہیں رہیں، بلکہ عوام الناس کے مسائل پر مشتمل توجہ دلاؤ نوٹسز ہوں، قانون سازی سے متعلق بلز ہوں یا حکومتی کارکردگی جانچنے اور متوجہ کرنے کے لیے سوالات یا قراردادیں، ہر معاملے میں ان خواتین نے اسمبلی بزنس میں فعال کردار ادا کیا۔ (کتاب میں دیئے گئے اعداد وشمار کے چارٹس یہ سب کچھ واضح کر رہے ہیں)
- ☆ یہ ساری کارکردگی اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ حجاب، عورت کی ترقی کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں اور اسلام وہ دین ہے جو فرد کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، زیادہ ذمہ دار بناتا ہے اور ذاتی آرائش وزیبائش ومفادات کی بجا؟ اجتماعی خیر وفلاح کا حریص بناتا ہے۔
- ☆ اگر اس طرح کے لوگ اقتدار کے ایوانوں میں پہنچ جائیں تو پاکستان کے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور مدینہ منورہ کی طرح کی فلاحی ریاست کی منزل قریب آسکتی ہے۔ ان شاءاللہ

میں اور میری جماعت

اس سلسلہ میں ہم یہ چاہتے ہیں ہماری پیاری کارکن بہنیں جو اس تحریک کا اثاثہ ہیں، اپنے تجربات ہم سے شیئر کریں۔ پھر دیر نہ کریں۔ جلد آپ بھی قلم اٹھائیے اور جماعت اسلامی سے اپنی دلی وابستگی کا اظہار کیجئے۔ الفاظ کی کمی کی پرواہ نہ کریں، بس جذبات کو صفحے پر رقم کریں، دیئے گئے سوالات کے جواب لکھیے اور اس کے ساتھ ساتھ جو کچھ بھی آپ کہنا چاہیں۔۔ٹیم رفتار آپ کے خوبصورت جوابات کی منتظر ہے۔

سوالات

☆......تعارف/ذمہ داری

☆......جماعت میں کس طرح شامل ہوئیں۔

☆......جماعت اسلامی کی کس بات نے آپ کو متاثر کیا۔

☆......تحریکی سرگرمیوں میں آپ کو کون سا کام سب سے زیادہ پسند ہے۔

☆......جماعتی مصروفیات کے حوالے سے گھر والوں کے کیا تاثرات ہیں۔

محترمہ وجیہہ معز
کارکن علاقہ مسجد اقصی

☆ بچوں کی بڑھتی ہوئی مصروفیات کے باوجود اگرچہ کتابوں سے تعلق بالکل ہی منقطع نہیں ہوسکتا تھا مگر یہ تعلق بس سطحی سا رہ گیا تھا۔ گھر کی دنیا میں مگن، بیرونی دنیا سے رابطے کا واحد ذریعہ جسارت اخبار (جس میں فرائیڈے اسپیشل شامل نہیں تھا) اور ترجمان القرآن تھے۔ یہ تھی میری محدود دنیا۔

حیرت ہوتی ہے بنانے والے (خالق) اور جاننے والے (علیم) پر کہ کب، کیسے اور کہاں (کس سمت کی طرف) کسی کی زندگی کا رخ موڑنا ہے۔ سورۃ الملک کی آیت ہے۔۔۔۔

الایعلم من خلق   "کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے۔"

کچھ خواہشات تھیں اور کچھ ضروریات، باوجود کوشش اور منصوبہ بندی کے، حاصل ہی نہ کر سکی۔ بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ میں نے اپنے

ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے رب کو پہنچانا

بس اسی طرح میں،انفرادی زندگی سے اجتماعیت کی طرف کھسکتی چلی گئی۔میں اپنے رب کو کیا جانوں اور میری ذات ہے ہی کیا کہ میں سوچوں کہ میرا رب مجھ سے کب اور کہاں کیا کرانا چاہتا ہے۔بس اللہ ربی سے دعا ہے کہ میری جو بھی صلاحیتیں ہیں سب تیرے ہی لئے ہیں،بس تو ان سے کام لے لے۔ہم صرف تیری رضا کے طلب گار ہیں۔

جماعت اسلامی سے جڑ جانا،یہ میری زندگی کا turning point تھا۔میرے سینئرز نے غیر محسوس طریقے سے میرے گرد دو دائرے کھینچ دیئے۔

ایک تربیتی دائرہ جبکہ دوسرا دعوتی دائرہ:

تربیتی دائرے میں دھیرے دھیرے کتابوں سے نہ ٹوٹنے والا تعلق الحمدللہ بڑھتا ہی چلا گیا،اب تو کچھ ایسا ہے کہ ماہانہ تربیتی نصاب کے مطالعہ میں کمی بیشی کا موازنہ ایمان کی بڑھتی یا کم ہوتی کیفیت سے کر لیتی ہوں۔اپنی اصلاح کے لئے کبھی فکر مند اور کبھی مطمئن ہوتی ہوں۔رہا دوسرا دائرہ یعنی دعوتی دائرہ۔۔تو یہ تو پریکٹیکل ہے اس تھیوری کا جس کا مطالعہ ہم تربیتی دائرہ میں کر رہے ہیں۔اس دائرے میں بہت سے مشاہدات ہیں،بہت سے معاملات ہیں،بہت سے تعلقات اور بہت سے واقعات ہیں،جن میں سے کچھ پر ہماری نگاہ ہے اور ان گنت ہماری نگاہوں کی پہنچ سے بھی دور ہیں۔خاص طور پر دعوتی دائرہ میں موجود افراد جب اس جانب توجہ دلاتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ یہ تو دنیا والوں کی پکڑ ہے،اگر میرا رب مجھے پکڑ لے تو۔۔۔۔۔!!

امید اور خوف کے درمیان زندگی گزارنے لگی ہوں،محتاط ہوگئی ہوں کہ شاید یہی پرہیزگاری ہے جو "حاصل زندگی" ہے۔میں تو یہی کہوں گی کہ جماعت، زندگی بخشتی ہے،متحرک رکھتی ہے،رب سے تعلق مضبوط کرتی ہے،مقصد و لائحہ عمل دیتی ہے اور الحمدللہ اب میں بھی ان حقائق کی مبلغ ہوں۔

محترمہ عظمیٰ حمید

نائب ناظمہ علاقہ فیصل کینٹ

☆ بچپن میں ہمارے علاقے کے ناظم صاحب ہمیں قرآن پڑھانے آتے تھے انہوں نے ذہن سازی کی اور جماعت کا تعارف دیا۔میرا میکہ ویسے بھی ہمیشہ جماعت اسلامی کا ووٹر اور حامی رہا ہے۔تعلیمی دور میں جمعیت طالبات میں شمولیت اختیار کی کالج میں رفیقہ تھی اور الحمدللہ دعوت دین کا کام حسب مقدور ادا کیا۔جمعیت کا دور چار سال پر مشتمل تھا۔2008 میں گلستان جوہر بلاک 19 میں منتقل ہوئے اور جماعت اسلامی حلقہ خواتین کے دروس میں جانا شروع کیا۔2014 میں جماعت اسلامی سے باضابطہ منسلک ہوئی۔

☆ جماعت اسلامی کے افراد کے کردار سب سے زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ بات کرنے کا سلیقہ ہوتا ہے۔ خوشی اور غمی میں ساتھ دیتے ہیں اور بہترین مشورے دیتے ہیں۔ بصیرت رکھتے ہیں۔ دین اور دنیا دونوں سے بہترین تعلق مجھے پہلے بھی متاثر کرتا تھا اور اب بھی متاثر کرتا ہے۔ ہماری اجتماعیت ہمیں ہمارے دین سے جوڑتی ہے۔ پہلے جو شخصیت کے اندر ایک دنیا کمانے کی خواہش تھی وہ اب الحمدللہ ختم ہوگئی ہے اس سے بھی گھر والے بہت خوش ہیں۔ اللہ سے تعلق تو پہلے بھی تھا مگر شعور کے ساتھ اپنے رب کی طرف جانا اور اس کے دین کا کام کرنا الگ ہی لطف دیتا ہے۔ عمومی افراد یا دیگر دینی جماعتوں کے افراد سے بات کی جائے تو وہ بے شک تزکیہ نفس اور تعلق باللہ کا شعور رکھتے ہیں مگر دور حاضر میں دین کا کام کیسے کیا جائے یہ بات ان کے اندر نظر نہیں آتی اس حوالے سے ہماری اجتماعیت اقامت دین کا کام جس انداز سے کر رہی ہے وہ بالکل منفرد انداز ہے۔

☆ جماعت اسلامی کی ساری ہی سرگرمیاں پسند ہیں اور جو کام بھی دیا جائے دلی رغبت سے اسے انجام دینے کی کوشش کرتی ہوں۔ اجتماعیت سے محبت ہوگئی ہے لہٰذا جس سے آپ کو محبت ہوجائے اس کے لئے آپ ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔

☆ شادی کے بعد شروع میں سسرال والے جماعت اسلامی کے مخالف تھے اب الحمدللہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ شوہر بہت ہی سپورٹ کرتے ہیں اور ہمیشہ معاون و مددگار رہتے ہیں۔ میرے گھر والے میرے متعین ہیں۔ بیٹے اور بیٹیوں کی ذہن سازی کرتی رہتی ہوں۔ بیٹی کو جے آئی یوتھ کے اجتماعات میں شرکت کرواتی ہوں۔

فرخندہ اعجاز

نائب ناظمہ حلقہ

☆ میں گلشن بینگلوز گلستان جوہر میں رہتی ہوں اور میرا تعلق حلقہ سلطان مسجد سے ہے۔ مجھے جماعت اسلامی سے منسلک ہوئے تقریباً آٹھ، نو سال ہو چکے ہیں۔ مجھے جماعت میں شامل ہونے کا موقع اس طرح ملا کہ میں پہلے گلشن اقبال میں رہتی تھی تو وہاں کی ناظمہ نے مجھے تفسیر القرآن کی کلاس میں آنے کی دعوت دی۔ پانچ، چھ کلاسز لینے کے بعد مجھے جماعت کی خصوصیات کا پتہ چلا کہ کس طرح جماعت کام کرتی ہے اور اس کا کام کرنے کا طریقہ کار کیا ہے۔ یہ سب کچھ مجھے بہت اچھا لگا اور اس طرح میں جماعت اسلامی کی کارکن بن گئی۔

☆ مجھے جماعت کی یہ بات بہت اچھی لگتی ہے کہ جماعت قرآن اور حدیث کو لے کر چلتی ہے اور سب سے بڑی خصوصیت جو جماعت اسلامی کو دیگر اسلامی جماعتوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ہمارے پورے نظام پر اثر انداز ہوتی ہے یعنی یہ اسلام کو صرف ہماری ذاتی زندگی کا حصہ نہیں بنانا چاہتی بلکہ یہ پورا اسلامی نظام قائم کرنا چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے جماعت کے خدمت خلق کے حوالے سے کئے

جانے والے کاموں نے بے حد متاثر کیا ہے۔نشر و اشاعت کے حوالے سے بھی جماعت اسلامی بہت بھرپور کام کر رہی ہے۔

- ☆ تحریکی سرگرمیوں میں مجھے درس و تدریس کے پروگرام اور ریلیوں میں شرکت کرنا پسند ہے۔
- ☆ گھر والوں کے تاثرات شروع میں تو بہت زیادہ اچھے نہیں تھے۔میرے گھر والوں کا جماعت سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے ہاں یہ کہ یہ ذہن بنا ہوا تھا کہ جماعت بہترین کام کرتی ہے لیکن جیسا کہ عام لوگوں کا نظریہ ہے کہ جماعت اسلامی سیاست میں نہ آئے بس دینی کام کرتی رہے تو اسی طرح سے میرے گھر والوں کا بھی ذہن بنا ہوا تھا۔اسی وجہ سے پہلے صرف درس میں جانے یا کلاسز لینے کی اجازت تھی، کوئی اور تحریکی کام نہیں کر سکتی تھی، پھر کافی عرصہ لگا مجھے گھر والوں کا ذہن بنانے میں لیکن الحمدللہ آج گھر والوں میں سے کچھ میرے ساتھ پروگرامز میں بھی جاتے ہیں یعنی جماعت کے حوالے سے ان کا ذہن بن چکا ہے۔باقی گھر والے بھی اب الحمدللہ سپورٹ کرتے ہیں۔

امیر جماعت سے کیا گیا عہد

- نماز کا اہتمام، مطالعہ قرآن روزانہ
- جھوٹ اور غیبت سے اجتناب
- والدین کا احترام اور اہل خانہ کی تربیت
- رزق حلال کلچر کی ترویج
- کمزور اور ضرورت مند کی مدد

jamaatwomen
www.jamaatwomen.org | nazimajiw@gmail.com